آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے ✝ لو تمہین طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۳ — بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۰۴ء — نمبر ۲

فہرست مضامین

نماز کی حقیقت اور برکات - ۴۱-۵۳

مسیح کی بے نظیری - ۵۳-۶۱

راناگھاٹ کا پادری - ۶۱-۶۹

نوٹ اور ریویو - ۶۹-۷۶

ہوس آف لارڈس کے ایک مسلمان ممبر کی وفات - ۶۹-۷۰

یسوع کے نام مین دعا ۷۰-۷۲

کلیسیا کے بڑے بڑے عہدیدارونکو کچھ کرنا چاہئے - ۷۲-۷۴

متعلمین بائیبل کا اتحاد اور تنقید اعلے - ۷۴-۷۶

قادیان ضلع گورداسپور ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا

چندہ سالانہ اُردو پرچہ .... عہ

"ضروری عرض داشت"

"قابل توجہ جمیع مخلص و ذی ہمت احباب"

حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کے پُرزور دل کو کپکپا دینے والے الفاظ جماعت احمدیہ کے اکثر حصہ احباب کے کانون تک عرصہ سے پہنچ چکے ہین اور بدین خیال کہ پاک جماعت احمدیہ کا کوئی فرد بوجہ عدم اعلام اپنے پیارے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کی بجاآوری سے قاصر رہکر ثواب دارین سے محروم نہ رہے۔ ہم نے پچھلے پرچہ ماہ جنوری ۱۹ء مین حضرت اقدس کے ان تاکیدی برکت مجسم الفاظ کا اعادہ کرکے اپنے جملہ برادران کو توجہ دلائی تھی کہ حتی الوسع سعی کما ینبغی کرکے پیارے امام عم کی اس ندا کو جملہ افراد جماعت احمدیہ کے کانون تک پہونچایا جاوے۔ جس سے جملہ بھائیونکو اپنے امام مطاع عم کی بجاآوری کا موقعہ ملے جو ان کے لئے باعث حصول حسنات دارین ہو۔

سو شکر ہے کہ حسب منحوائی "الاعمال بالنیات" ہماری یہ کوشش بیکار و خالی از منفعت نہین گئی اور چونکہ محض نیک نیتی سے بغرض ثواب یہ آواز اپنے بھائیون کے کانون تک پہونچانیکا ارادہ کیا گیا تھا۔ اسواسطے اُسی محرک القلوب حقیقی کی تحریک سے امام صادق عم کے فرمان پر سر جھکا دینے والی پاک روحین اس ارشاد کی تعمیل کیطرف ملتفت ہونے لگی ہین۔ اور درخواستہائے خریداری کا آنا شروع ہوگیا ہے مگر ابھی اس رفتار مین وہ سُرعت پیدا نہین ہوئی جو تعداد خریداری کو حضرت اقدس کی فرمائی ہوئی تعداد تک پہونچانیکے لئے مکتفی ہو اسواسطے اسکو سریع الرفتار کرنیکے لئے اپنی جماعت کے مخلص پُرجوش و باہمت احباب کی بہت زیادہ توجہ درکار ہے۔ اور امید واثق ہے کہ ایسے احباب اس کار خیر دینی مین جو مفاد دارین کا ایک سرچشمہ ہے خاص حصہ لیکر مامور و مرسل من اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دینگے اور حسب استطاعت خود خریدار بنکر یا اور خریدار پیدا کرکے یا حسب توفیق اعانت اشاعت رسالہ مین ہاتھ بٹاکر ثواب عقبیٰ حاصل کرینگے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین ثم آمین والسلام

مینجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نماز کی حقیقت اور برکات

(از حضرت مسیح موعود)

دُعا کے متعلق یہ عموماً اعتراض کیا جاتا ہے کہ دعا اور تدبیر دو ایک دوسرے کے مخالف طریق ہین اور اس لئے چونکہ ہمارے کاروبار تدابیر سے چل رہے ہین دعا کی کوئی حاجت نہین اور اس اعتراض کے کرنیوالے نہ صرف وہی لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہین بلکہ بعض ایسے لوگ بھی ہین جو مسلمان کہلاتے ہین سو ایسے سب صاحبون کو واضح ہو کہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی سے جواب ملتا ہے۔ خدا کا قانون قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے ہمین بتلا رہا ہے کہ سلسلہ تدابیر اور معالجات کا طلب اور استدعا سے وابستہ ہے یعنے جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور طریق جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہین۔ یا اگر ہم طلب کرنے مین احسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہون یا اگر اس مین کامل نہ ہون تو مثلاً اس غور اور فکر کے لیئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہین اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی احسن طریق ہماری شفا کا سوچتا ہے تب اُسکو قانون قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سوجھ جاتا ہے جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے سو وہ طریق جو ذہن مین آتا ہے وہ درحقیقت اس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے جسکو ہم دوسرے لفظون مین دعا کہہ سکتے ہین کیونکہ فکر اور غور کے وقت جبکہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش مین نہایت عمیق دریا مین اتر کر ہاتھ پیر مارتے ہین تو ہم ایسی حالت مین بہ زبان حال اس اعلےٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہین جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہین غرض جبکہ ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے مین بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدء فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئین عاجز پاکر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی

ڈھونڈتی ہے تو در حقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ایک حالت ہوتی ہے۔ اسی دعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتین ظاہر ہوئی ہین۔ اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہین جو بغیر اسکے ظہور مین آیا ہو ہمارا سوچنا ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امر مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دعا ہی مین داخل ہین صرف فرق یہ ہے کہ عارفون کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور ان کی روح مبدء فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور محجوبون کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ مین ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خدا تعالےٰ سے ربط معرفت نہین اور نہ اُسپر یقین ہے وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہین کہ غیب سے کوئی کامیابی کی بات ان کے دل مین پڑ جائے اور ایک عارف دعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے۔ لیکن محجوب جو خدا تعالےٰ سے ربط نہین رکھتا وہ مبدء فیض کو نہین جانتا اور عارف کیطرح اس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے اور اسی مدد کے پانے کے لئے وہ فکر کرتا ہے۔ مگر عارف اس مبدء کو دیکھتا ہے اور یہ تاریکی مین چلتا ہے اور نہین جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد بھی دل مین پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ متفکر کے فکر کو بطور دعا قرار دیکر بطور قبول دعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دلمین ڈالتا ہے۔ غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دلمین پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے اور فکر کرنیوالا اگرچہ نہ سمجھے مگر خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے سو آخر وہ خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے اور جیسا کہ مین نے ابھی بیان کیا ہے یہ طریق طلب روشنی اگر علیٰ وجہ البصیرۃ اور ہادی حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دعا ہے اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعہ سے یہہ روشنی لا معلوم مبدء سے طلب کیجائے اور منور حقیقی کی ذات پر کامل نظر نہ ہو تو وہ محجوبانہ دعا ہے۔

اب اس تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا کہ تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلا مرتبہ دعا کا ہے جسکو قانون قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے ایک امر ابدی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے اور ہر ایک طالب مقصود کو طبعاً اس پل پر سے گذرنا پڑتا ہے۔ پھر جائے شرم ہے کہ کوئی ایسا خیال کرے کہ دعا اور تدبیر مین کوئی تناقض ہے۔ دعا کرنیسے کیا مطلب ہوتا ہے یہی تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جسکو دقیق در دقیق تدبیرین معلوم ہین کوئی احسن تدبیر دلمین ڈالے یا بوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے پھر دعا اور تدابیر مین تناقض کیونکر ہوا؟ علاوہ اسکے جیسا کہ تدبیر اور دعا کا باہمی رشتہ قانون قدرت کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے ایسا ہی

صحیفہ فطرت کی گواہی سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ انسانی طبایع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تدبیر اور علاج کیطرف مشغول ہوتی ہیں ایسا ہی طبعی جوش سے دُعا اور صدقہ اور خیرات کیطرف جھک جاتی ہیں۔ اگر دُنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتک کسی قوم کا کانشنس اس متفق علیہا مسئلہ کے برخلاف ثابت نہیں ہوا پس یہی ایک روحانی دلیل اس بات پر ہے کہ انسان کی شریعت باطنی نے بھی قدیم سے تمام قوموں کو یہی فتوے دیا ہے کہ وہ دُعا کو اسباب اور تدابیر سے الگ نہ کریں بلکہ دعا کے ذریعہ سے تدابیر کو تلاش کریں۔

غرض دُعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں اور تدبیر دعا کے لئے بطور نتیجہ ضروریہ کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ساتھ مبدء فیض سے مدد طلب کرے تا اُس چشمہ لازوال سے روشنی پا کر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں۔

پھر جبکہ قانون قدرت یہی بتلا رہا ہے کہ علم طب ظنی ہے اور تمام تدابیر اور معالجات بھی ظنی تو اس صورت میں کس قدر بدنصیبی ہے کہ ایسے ظنیات پر بھروسہ کر کے مبدء فیض اور رحمت سے بذریعہ دعا طلب فضل نہ کیا جائے۔ دعا سے ہم کیا چاہتے ہیں یہی تو چاہتے ہیں کہ وہ عالم الغیب جسکو اصل حقیقت مرض کی بھی معلوم ہے اور دوا بھی معلوم ہے وہ ہماری دستگیری فرماوے اور چاہے تو وہ دوائیں ہمارے لئے میسر کرے جو نافع ہوں اور یا اپنے فضل اور کرم سے وہ دن ہی ہمکو نہ دکھلاوے کہ ہمیں دواؤں اور طبیبوں کی حاجت پڑے کیا اس میں شک ہے کہ ایک اعلےٰ ذات تمام طاقتوں والی موجود ہے جسکے ارادہ اور حکم سے ہم جیتے اور مرتے ہیں اور جس طرف اسکا ارادہ جھکتا ہے تمام نظام زمین اور آسمان کا اسی طرف جھک جاتا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ کسی ملک کی حالت صحت کسی وقت عمدہ ہو تو ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے پانی اس ملک کا ہر ایک عفونت سے محفوظ رہے اور ہوا میں کوئی تغیر غیر طبعی پیدا نہ ہو اور غذا صالحہ میسر آوے اور دوسرے تمام مخفی اسباب کیا ارضی اور کیا سماوی جو مضر صحت ہیں ظہور اور بروز نہ کریں اور اگر وہ کسی ملک کیلئے وبا اور موت کو چاہتا ہے تو وبا کے پیدا کرنیوالے اسباب پیدا کر دیتا ہے کیونکہ ملکوت السموات والارض اسی کے ہاتھ میں ہے اور ہر ایک ذرہ دوا اور غذا اور اجرام اور اجسام کا اُس کی آواز سنتا ہے یہ نہیں کہ وہ دنیا کو پیدا کر کے معطل اور بے اختیار کی طرح الگ ہو کر بیٹھ گیا ہے بلکہ اب بھی وہ دنیا کا خالق ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا چند سال میں ہمارے جسم کے پہلے اجزا تحلیل پا جاتے ہیں اور دوسرے اجزا ان کی جگہ آجاتے ہیں سو یہ سلسلہ خلق اور آفرینش ہے۔

جو ہمیشہ جاری رہتا ہے ایک عالم فنا پذیر ہوتا ہے اور دوسرا عالم اس کی جگہ پکڑتا ہے۔ ایسا ہی ہمارا خدا قیوم العالم
بھی ہے جسکے سہارے سے ہر ایک چیز کی بقا ہے یہ نہین کہ اس نے کسی روح اور جسم کو پیدا نہین کیا یا پیدا کر کے
الگ ہو گیا بلکہ وہ فی الواقع ہر ایک جان کی جان ہے اور ہر ایک موجود محض اس سے فیض پا کر قائم رہ سکتا
ہے اور فیض پاکر ابدی زندگی حاصل کرتا ہے جیسا کہ ہم بغیر اُسکے جی نہین سکتے ایسا ہی بغیر اُسکے ہمارا وجود بھی
پیدا نہین ہوا پس جبکہ وہ ایسا خدا ہے کہ ہماری حیات اور زندگی اسی کے ہاتھ مین ہے اور اسی کے حکم سے
ہمارے وجود کے ذرّات ملتے اور علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین تو پھر اسکے مقابل پر یہ کہنا کہ بغیر اس کی امداد اور
فضل کے ہم محض اپنی تدبیرون پر بھروسہ کر کے جی سکتے ہین کس قدر فاش غلطی ہے نہین بلکہ ہماری تدبیرین
بھی اسی کی طرف سے آتی ہین۔ ہمارے ذہنون مین تبھی روشنی پیدا ہوتی ہے جب وہ بخشتا ہے۔ پانی اور
ہوا پر بھی ہمارا تصرف نہین۔ بہت سے اسباب ہین جو ہمارے اختیار سے باہر اور صرف قبضہ قدرت خدا تعالیٰ
مین ہین جو ہماری صحت یا عدم صحت پر بڑا اثر ڈالنے والے ہین جیسا کہ اللہ جلشانہ قرآن شریف مین فرماتا
ہے۔ **وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون**۔ یعنے ہواؤن
اور بادلون کو پھیرنا یہ خدا تعالے کا ہی کام ہے اور اس مین عقلمندون کو خدا تعالی کی ہستی اور اسکے اختیار کامل کا
پتہ لگتا ہے۔ اور یہ پھیرنا دو قسم پر ہے ایک ظاہری طور پر اور وہ یہ ہے کہ ہواؤن اور بادلون کو ایک جہت
سے دوسری جہت کیطرف اور ایک مقام سے دوسرے مقام کیطرف پھیرا جائے، دوسری قسم پھیرنے
کی باطنی طور پر ہے اور وہ یہ کہ ہواؤن اور بادلون مین ایک کیفیت تریاقی یا سمّی پیدا کر دیجائے تا موجب
امن و آسایش خلق ہون یا امراض وبائیہ کا موجب ٹھہرین سو ان دونون قسمون کے پھیرنے مین انسان کا دخل
نہین اور بکلی انسانی طاقت سے باہر ہین اور باین ہمہ ایک یہ مشکل بھی پیش ہے کہ ہماری صحت یا عدم صحت
کا مدار صرف ان ہی دو چیزون پر نہین بلکہ ہزار در ہزار اسباب ارضی و سماوی اور بھی ہین جو دقیق در دقیق
اور انسان کی فکر اور نظر سے مخفی ہین اور کوئی نہین سکتا کہ یہ تمام اسباب اس کی جدوجہد سے پیدا ہو سکتی ہین
پس اس مین کیا شک ہے کہ انسان کو اس خدا کیطرف رجوع کرنے کی حاجت ہے جسکے ہاتھ مین یہ تمام اسباب
اور اسباب در اسباب ہین اور جس طرح خدا تعالی کی کتابون مین نیک انسان اور بد انسان مین فرق کیا گیا
ہے اور انکے جدا جدا مقام ٹھہرائے ہین اسی طرح خدا تعالے کے قانون قدرت مین ان دو انسانون مین بھی
فرق ہے جن مین سے ایک خدا تعالے کو چشمہ فیض سمجھکر بذریعہ حالی اور قالی دعاؤن کے اُس سے قوت اور امداد

مانگتا اور دوسرا صرف اپنی تدبیر اور قوت پر بھروسہ کرکے دعا کو قابل مضحکہ سمجھتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور متکبرانہ حالت میں رہتا ہے جو شخص مشکل اور مصیبت کیوقت خدا سے دعا کرتا اور اس سے حل مشکلات چاہتا ہے۔ وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچا وے۔ خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے اور اگر بالفرض وہ مطلب اسکو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلی اور سکینت خدا تعالیٰ کیطرف سے اسکو عنایت ہوتی ہے اور وہ ہرگز ہرگز نامراد نہین رہتا اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے لیکن جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف منہ نہین کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا اور اندھا مرتا ہے اور ہماری اس تقریر مین ان نادانون کا جواب کافی طور پر ہے جو اپنی نظر خطا کار کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہین کہ بہتیرے ایسے آدمی نظر آتے ہین کہ باوجودیکہ وہ اپنے حال اور قال سے دعا مین فنا ہوتے ہین پھر بھی اپنے مقاصد مین نامراد رہتے اور نامراد مرتے ہین اور بمقابل انکے ایک اور شخص ہوتا ہے کہ نہ دعا کا قائل نہ خدا کا قائل وہ ان پر فتح پاتا ہے اور بڑی بڑی کامیابیان اس کو حاصل ہوتی ہین سو جیسا کہ ابھی مین نے اشارہ کیا ہے اصل مطلب دعا سے اطمینان اور تسلی اور حقیقی خوشحالی کا پانا ہے اور یہ ہرگز صحیح نہین کہ ہماری حقیقی خوشحالی صرف اسی امر مین میسر آسکتی ہے جسکو ہم بذریعہ دعا چاہتے ہین بلکہ وہ خدا جو جانتا ہے کہ ہماری حقیقی خوشحالی کس امر مین ہے وہ کامل دعا کے بعد ہمین عنایت کر دیتا ہے جو شخص روح کی سچائی سے دُعا کرتا ہے وہ ممکن نہین کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت سے اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ مین ہے جس پیرایہ مین چاہے وہ عنایت کر سکتا ہے ہان وہ کامل دعاؤن سے عنایت کیجاتی ہے اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کیوقت مین دعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تخت شاہی پر حاصل نہین ہو سکتی سو اسی کا نام حقیقی مرادیابی ہے جو آخر دعا کرنیوالونکو ملتی ہے اور اُن کی آفات کا خاتمہ بڑی خوشحالی کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اگر اطمینان اور سچی خوشحالی حاصل نہین ہوئی تو ہماری کامیابی بھی ہمارے لئے ایک دُکھ ہے سو یہ اطمینان اور روح کی سچی خوشحالی تدابیر سے ہرگز نہین بلکہ محض دعا سے ملتی ہے۔ مگر جو لوگ خاتمہ پر نظر نہین رکھتے وہ ایک ظاہری مرادیابی یا نامرادی کو دیکھکر مدار فیصلہ اسی کو ٹھہرا دیتے ہین اور اصل بات یہ ہے کہ خاتمہ بالخیر ان ہی کا ہوتا ہے جو خدا سے ڈرتے اور دعا مین مشغول ہوتے ہین اور وہی بذریعہ حقیقی اور مبارک خوشحالی کے سچی مرادیابی کی دولت عظمیٰ پاتے ہین +

یہ بڑی بے انصافی اور سخت تاریکی کے نیچے دبا ہوا خیال ہے کہ اس فیض سے انکار کیا جائے جو محض

دعا کی نالی کے ذریعہ سے آتا ہے اور ان پاک نبیوں کی تعلیم کو بنظر استخفاف دیکھا جائے جسکا عملی طور پر نمونہ ان ہی کے زمانہ مین کھل گیا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ان مقدسوں کی بددعا سے ہمیشہ وہ سرکش اور نافرمان ذلیل اور ہلاک ہوتے رہے ہین جنہوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کا اثر دیکھو جسکے جوش سے پہاڑ بھی پانی کے نیچے آگئے تھے اور کروڑہا انسان ایکدم مین دار الفنا مین پہنچگئے پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بددعا پر غور کرو جس نے فرعون کو اسکے تمام لشکروں کے ساتھ ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قوت اور اثر کو سوچو جسکے ذریعہ سے یہودیوں کا استیصال رومی سلطنت کے ہاتھ سے ہوا۔ پھر ہمارے سید و مولیٰ کی بددعا مین ذرہ فکر کرو کہ کیونکر اس بددعا کے بعد شریر ظالموں کا انجام ہوا۔

اب کیا یہ تسلی بخش ثبوت نہین ہے کہ قدیم سے خدا تعالےٰ کا ایک روحانی قانون قدرت ہے کہ دعا پر حضرت احدیت کی توجہ جوش مارتی ہے اور سکینت اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی ملتی ہے۔ اگر ہم ایک مقصد کی طلب مین غلطی پر نہ ہون تو وہی مقصد ملجاتا ہے اور اگر ہم اس خطاکار بچہ کی طرح جو اپنی مان سے سانپ یا آگ کا ٹکڑہ مانگتا ہے اپنی دعا اور سوال مین غلطی پر ہون تو خدا تعالےٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا کرتا ہے اور با این ہمہ دونون صورتون مین ہمارے ایمان کو بھی ترقی دیتا ہے کیونکہ ہم دعا کے ذریعہ سے پیش از وقت خدا تعالےٰ سے علم پاتے ہین اور ایسا یقین بڑھتا ہے کہ گویا ہم اپنے خدا کو دیکھ لیتے ہین اور دعا اور استجابت مین ایک رشتہ ہے کہ ابتدا سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے۔ جب خدا تعالےٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنیکے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنت اللہ یہ ہے کہ اسکا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے مین مشغول ہوجاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اُس امر کے ہوجانیکے لئے مصروف کرتا ہے تب اس مرد فانی کی دعائین فیوض الہی کو آسمان سے کھینچتی ہین اور خدا تعالےٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے جنسے کام بنجائے۔ یہ دعا اگرچہ بعالم ظاہر انسان کے ہاتھ سے ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ انسان خدا مین فانی ہوتا ہے اور دعا کرنیکے وقت مین حضرت احدیت و جلال مین ایسے فنا کے قدم سے آتا ہے کہ اسوقت وہ ہاتھ اسکا ہاتھ نہین بلکہ خدا تعالےٰ کا ہاتھ ہوتا ہے یہی دعا ہے جس سے خدا پہچانا جاتا ہے اور اس ذوالجلال کی ہستی کا پتہ لگتا ہے جو ہزارون پردون مین مخفی ہے۔ دعا کرنیوالوں کیلئے آسمان زمین سے نزدیک آجاتا ہے اور دعا قبول ہو کر مشکل کشائی کے لئے نئے نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہین اور اُن کا علم پیش از وقت دیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ کہ میخ آہنی کی طرح قبولیت دعا کا یقین غیب سے دلمین بیٹھ جاتا ہے۔ سچ یہی ہے کہ یہ دعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خدا شناسی کے بارہ مین حق الیقین تک نہ پہونچ سکتا۔ دعا سے الہام ملتا ہے۔ دعا سے ہم خدا تعالےٰ

کے ساتھ کلام کرتے ہین۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کیحالت تک پہنچ جاتا ہی تب وہ زندہ خدا اُسپر ظاہر ہوتا ہے جو لوگونسے پوشیدہ ہی دعا کی ضرورت نہ صرف اسوجہ سے ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پا دین بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشانونکے ظاہر ہونیکے جو دعا کے بعد ظاہر ہوتے ہین اس سچے ذوالجلال خدا کو پا ہی نہین سکتا جس سے بہت سے دل دور پڑے ہوئے ہین۔ نادان خیال کرتا ہی کہ دعا ایک لغو اور بیہودہ امر ہے مگر اسے معلوم نہین کہ صرف ایک دعا ہی ہی جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والونپر تجلی کرتا اور انا القادر کا الہام اُنکے دلونپر ڈالتا ہے۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس زندگی مین روحانی روشنی کے طالب کیلئے صرف دعا ہی ایک ذریعہ ہے جو خدا تعالی کی ہستی پر یقین بخشتا اور تمام شکوک و شبہات کو دور کر دیتا ہے۔ کیونکہ جو مقاصد بغیر دعا کے کسی کو حاصل ہون وہ نہین جانتا کہ کیونکر اور کہان سے اسکو حاصل ہوئے بلکہ صرف تدبیرون پر زور مارنیوالا اور دعا سے غافل رہنے والا یہ خیال نہین کرسکتا کہ یقیناً و حقاً خدا تعالے کے ہاتھ نے اسکے مقاصد کو اسکے دامن مین ڈالا ہے یہی وجہ ہے کہ جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالے سے الہام پا کر کسی کامیابی کی بشارت دیا جاتا ہے وہ اس کام کے ہوجانے پر خدا تعالے کی شناخت اور معرفت اور محبت مین آگے قدم بڑھاتا ہے اور اس قبولیت دعا کو اپنے حق مین ایک عظیم الشان نشان دیکھتا ہے اور اسی طرح وقتاً فوقتاً یقین سے پر ہو کر جذبات نفسانی اور ہر ایک قسم کے گناہ سے ایسا مجتنب ہوجاتا ہے کہ گویا صرف ایک روح رہ جاتا ہے لیکن جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے رحمت آمیز نشانون کو نہین دیکھتا وہ باوجود تمام عمر کی کامیابیون اور بیشمار دولت اور مال اور اسباب تنعم کے دولت حق الیقین سے بے بہرہ ہوتا ہے اور وہ کامیابیان اسکے دلپر کوئی نیک اثر نہین ڈالتین بلکہ جیسے جیسے دولت اور اقبال پاتا ہے غرور اور تکبر مین بڑھتا جاتا ہے خدا تعالے پر اگر اسکو کچھ ایمان بھی ہو تو ایسا مردہ ایمان ہوتا ہے جو اسکو نفسانی جذبات سے روک نہین سکتا۔ اور حقیقی پاکیزگی بخش نہین سکتا +

یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ قضاء و قدر مین سب کچھ مقرر ہوچکا ہی مگر قضاء و قدر نے علوم کو ضائع نہین کیا سو جیسا کہ باوجود تسلیم مسئلہ قضاء و قدر کے ہر ایک کو علمی تجارب کے ذریعہ سے ماننا پڑتا ہے کہ بیشک دواؤن مین خواص پوشیدہ ہین اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خدا تعالے کے فضل و کرم سے بیشک مریض کو فائدہ ہوتا ہے سو ایسا ہی علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک عارف کو ماننا پڑا ہے کہ دعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسرونکے دلونمین بٹھا سکین یا نہ بٹھا سکین مگر کروڑہا راستبازو نکے

تجارب نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس مخفی حقیقت کو ہمین دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دعا کرنا ایک قوت مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمت الہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے نماز کا مغز اور روح بھی دعا ہی ہے جو سورہ فاتحہ مین ہمین تعلیم دیگئی ہے جب ہم اھدنا الصراط المستقیم کہتے ہین تو اس دعا کے ذریعہ سے اس نور کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہین جو خدا تعالے سے اترتا اور دلون کو یقین اور محبت سے منور کرتا ہے ٭

بعض لوگ جلدی سے کہدیتے ہین کہ ہم دعا سے منع نہین کرتے مگر دعا سے مطلب صرف عبادت ہے جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے مگر افسوس کہ یہ لوگ نہین سوچتے کہ ہر ایک عبادت جسکے اندر خدا تعالی کیطرف سے روحانیت پیدا نہین ہوتی اور ہر ایک ثواب جس کی محض خیال کے طور پر کسی آیندہ زمانہ پر امید رکھی جاتی ہے وہ سب خیال باطل ہے حقیقی عبادت اور حقیقی ثواب وہی ہے جسکے اسی دنیا مین انوار اور برکات محسوس بھی ہون ہماری پرستش کی قبولیت کے آثار یہی ہین کہ ہم عین دعا کے وقت مین اپنے دل کی آنکھ سے مشاہدہ کرین کہ ایک تریاقی نور خدا سے اترتا اور ہمارے دل کے زہریلے مواد کو کھوتا اور ہماری پر ایک شعلہ کیطرح گرتا اور فی الفور ہمین ایک پاک کیفیت انشراح صدر اور یقین اور محبت اور لذت اور انس اور ذوق سے پر کردیتا ہے۔ اگر یہ امر نہین ہے تو پھر دعا اور عبادت بھی ایک رسم اور عادت ہے ہر ایک دعا گو ہماری دنیوی مشکل کشائی کیلئے ہو۔ مگر ہماری ایمانی حالت اور عرفانی مرتبت پر گذر کر آتی ہے یعنی اول ہمین ایمان اور عرفان مین ترقی بخشتی ہے اور ایک پاک سکینت اور انشراح صدر اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی ہمین عطا کرکے پھر ہماری دنیوی مکروہات پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور جس پہلو سے مناسب ہے اس پہلو سے ہمارے غم کو دور کردیتی ہے پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ دعا اسی حالت مین دعا کہلا سکتی ہے کہ جب درحقیقت اس مین ایک قوت کشش ہو اور واقعی طور پر دعا کرنے کے بعد آسمان سے ایک نور اترے جو ہماری گھبراہٹ کو دور کرے اور ہمین انشراح صدر بخشے اور سکینت اور اطمینان عطا کرے۔ ہان حکیم مطلق ہماری دعاؤن کے بعد دو طور سے نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے (۱) ایک یہ کہ اس بلا کو دور کردیتا ہے جسکے نیچے ہم دبکر مرنے کو تیار ہین (۲) دوسرے یہ کہ بلا کی برداشت کے لئے ہمین فوق العادت قوت عنایت کرتا ہے۔ بلکہ اس مین لذت بخشتا ہے اور انشراح صدر عنایت فرماتا ہے۔ پس ان دونون طریقون سے ثابت ہے کہ دعا سے ضرور نصرت الہی نازل ہوتی ہے۔ دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اسکے رب مین ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالی کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششون سے خدا تعالے اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت مین وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچکر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل مین مبتلا ہو کر خدا تعالے کیطرف کامل یقین

اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں مین آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اسکے ساتھ کوئی شریک نہین تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوتِ جذب جو اسکے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالی کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جلشانہٗ اس کام کے پورا کرنے کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہین جو اس مطلب کے حاصل ہونیکے لئے ضروری ہین مثلاً اگر بارش کیلئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کیلئے ضروری ہوتے ہین اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہین اور اگر قحط کے لئے بد دعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ کامل کی دعا مین ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہ تعالے وہ دعا عالم سفلی اور علوی مین تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانون کے دلون کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف موید مطلوب ہے۔ خدا تعالی کی پاک کتابون مین اسکی نظیرین کچھ کم نہین ہین بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے۔ اور جسقدر ہزارون معجزات انبیا سے ظہور مین آئے یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنون تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اسکا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤن کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہین وہ جو عرب کے بیابانی ملک مین ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھون مردے تھوڑے دنون مین زندہ ہو گئے اور پشتون کے بگڑے ہوئے الہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھون کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگون کی زبان پر الہی معارف جاری ہوئے اور دنیا مین یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ - وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتون کی دعائین ہی تھین جنہون نے دنیا مین شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتین دکھلائین کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھین۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ بعدد ھمہ وغمہ وحزنہ لھذہ الامتہ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد۔

اور مین اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہون کہ دعاؤن کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ مین کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہین جیسی کہ دعا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ بعض دعائین خطا جاتی ہین اور ان کا کچھ اثر معلوم نہین ہوتا تو مین کہتا ہون کہ یہی حال دواؤن کا بھی ہے۔ کیا دواؤن نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے؟ یا ان کا خطا جانا غیر ممکن ہے؟ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی ان کی تاثیر سے انکار کر سکتا ہے؟

یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے۔ مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بیحرمت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے باہر نہیں ہیں مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو تو اسباب علاج پورے طور پر میسر آجاتے ہیں۔ اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ اُن سے نفع اٹھانیکے لئے مستعد ہوتا ہے تب دوا نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہی یہی قاعدہ دُعا کا بھی ہی۔ یعنے دعا کے لئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اُسی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ الٰہی اُس کے قبول کرنے کا ہے۔ خدا تعالے نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ موثرات اور متاثرات میں باندھ رکھا ہے + پھر جب ہم اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ دار آخرت کی سعادتیں اور نعمتیں اور لذتیں اور راحتیں جن کی نجات سے تعبیر کی گئی ہے ایمان اور ایمانی دعاؤں کا نتیجہ ہیں تو ماننا پڑا کہ بلاشبہ ایک مومن کی دعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں اور آفات کے دور ہونے اور مرادات کے حاصل ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اگر موجب نہیں ہو سکتیں تو پھر کیا وجہ کہ قیامت میں موجب ہو جائینگی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ اگر درحقیقت دعا ایک بے تاثیر چیز ہے اور دنیا میں کسی آفت کے دور ہونے کا موجب نہیں ہو سکتی تو کیا وجہ کہ قیامت کو موجب ہو جائیگی۔ یہ بات تو نہایت صاف ہے کہ اگر ہماری دعاؤں میں آفات سے بچنے کے لئے درحقیقت کوئی تاثیر ہے تو وہ تاثیر اس دنیا میں بھی ظاہر ہونی چاہئیے تاہمارا یقین بڑھے اور امید بڑھے اور تا آخرت کی نجات کے۔ لئے ہم زیادہ سرگرمی سے دعائیں کریں۔ اور اگر درحقیقت دعا کچھ چیز نہیں صرف پیشانی کا نوشتہ پیش آتا ہے تو جیسا دنیا کی آفات کے لئے دعا عبث ہے اسی طرح آخرت کے لئے بھی عبث ہو گی اور اس پر امید رکھنا طمع خام ہے +

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعا جو خدا تعالےٰ کی پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس کی فرضیت کے چار سبب ہیں (۱) ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو۔ کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔ (۳) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الٰہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے۔ (۴) چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رویا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے لیکن اگر کسی کو بطور

خود مرادین ملتی جاتی ہین اور خدا تعالے سے دوری اور مجبوری ہو تو وہ تمام مرادین انجام کار حسرتین ہین اور
وہ تمام مقاصد جن پر فخر کیا جاتا ہے آخرالامر جائے افسوس اور تاسف ہین دنیا کے تمام عیش آخر رنج سے
بدل جائینگے اور تمام راحتین دُکھ اور درد دکھائی دین گی مگر وہ بصیرت اور معرفت جو انسان کو دعا سے حاصل
ہوتی ہے اور وہ نعمت جو دعا کے وقت آسمانی خزانہ سے ملتی ہے وہ کبھی کم نہ ہوگی اور نہ اسپر زوال آئے گا بلکہ
روز بروز معرفت اور محبت الہی مین ترقی ہوکر انسان اس زینہ کے ذریعہ سے جو دعا ہے فردوس اعلی کیطرف
چڑھتا جائے گا - خدا تعالے کی چار اعلی درجہ کی صفتین ہین جو ام الصفات ہین اور ہر ایک صفت ہماری بشریت
سے ایک امر مانگتی ہے اور وہ چار صفتین یہ ہین :- ربوبیت - رحمانیت - رحیمیت - مالکیت یوم الدین -
(۱) ربوبیت اپنے فیضان کے لئے عدم محض یا مشابہ بالعدم کو چاہتی ہے اور تمام انواع مخلوق کی جاندار ہون
یا غیر جاندار اسی سے پیرایۂ وجود پہنتے ہین -
(۲) رحمانیت اپنے فیضان کے لئے صرف عدم کو ہی چاہتی ہے یعنے اس عدم محض کو جسکے وقت مین وجود
کا کوئی اثر اور ظہور نہ ہوا اور صرف جانداروں سے تعلق رکھتی ہے اور چیزون سے نہین -
(۳) رحیمیت اپنے فیضان کیلئے موجود ذو العقل کے مُنہ سے نیستی اور عدم کا اقرار چاہتی ہے - اور صرف
نوع انسان سے تعلق رکھتی ہے -
(۴) مالکیت یوم الدین اپنے فیضان کیلئے فقیرانہ تضرع اور الحاح کو چاہتی ہے - اور صرف ان انسانون سے تعلق
رکھتی ہے جو گداؤن کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گرتے ہین اور فیض پانے کیلئے دامن افلاس پھیلاتے ہین - اور
سچ مچ اپنے تئین تہی دست پاکر خدا تعالی کی مالکیت پر ایمان لاتے ہین +

یہ چار الہی صفتین ہین جو دنیا مین کام کر رہی ہین اور ان مین سے جو رحیمیت کی صفت ہے وہ دعا کی تحریک
کرتی ہے اور مالکیت کی صفت خوف اور قلق کی آگ سے گداز کرکے سچا خشوع اور خضوع پیدا کرتی ہے کیونکہ اس
صفت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالے مالک جزا ہے کسی کا حق نہین جو دعوے سے کچھ طلب کرے اور مغفرت
اور نجات محض فضل پر ہے +

اب خلاصہ کلام یہ کہ خدا تعالی کی یہ چار صفتین ہین جو قرآنی تعلیم اور تحقیق عقل سے ثابت ہوتی ہین - اور منجملہ
انکے رحیمیت کی صفت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ کوئی انسان دُعا کرے تا اس دعا پر فیوض الہی نازل ہون -
ہم نے براہین احمدیہ اور کرامات الصادقین مین بھی یہ ذکر لکھا ہے کہ کیونکہ یہ چارون صفتین لف و نشر مرتب کے طور پر

سورۂ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں اور کیونکہ صحیفۂ فطرت پر نظر ڈالکر ثابت ہوتا ہے کہ اسی ترتیب سے جو سورۂ فاتحہ میں ہے یہ چاروں صفتیں خدا کی فعلی کتاب قانون قدرت میں پائی جاتی ہیں۔ اب دعا سے انکار کرنا یا اسکو بے سود سمجھنا یا جذب فیوض کیلئے اسکو ایک محرک قرار نہ دینا گویا خدا تعالیٰ کی تیسری صفت سے جو رحیمیت ہے انکار کرنا ہے مگر یہ انکار درپردہ دہریت کیطرف ایک حرکت ہے کیونکہ رحیمیت ہی ایک ایسی صفت ہے جسکے ذریعہ سے باقی تمام صفات پر یقین بڑھتا اور کمال تک پہنچتا ہے۔ وجہ یہ کہ جب ہم خدا تعالیٰ کی رحیمیت کے ذریعہ سے اپنی دعاؤں اور تضرعات پر الٰہی فیضوں کو پاتے ہیں۔ اور ہر ایک قسم کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ تو ہمارا ایمان خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی قدرت اور رحمت اور دوسری صفات کی نسبت بھی حق الیقین تک پہنچتا ہے اور ہمیں چشمدید ماجرا کی طرح سمجھ آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ درحقیقت حمد اور شکر کا مستحق ہے اور درحقیقت اس کی ربوبیت اور رحمانیت اور دوسری صفات سب درست اور صحیح ہیں لیکن بغیر رحیمیت کے ثبوت کے دوسری صفات بھی مشتبہ رہتی ہیں +

ظاہر ہے کہ امر مقدم اور ایک بھاری مرحلہ جو ہمیں طے کرنا چاہیئے وہ خدا شناسی ہے اور اگر ہماری خدا شناسی ہی ناقص اور مشتبہ اور دھندلی ہو تو ہمارا ایمان ہرگز منور اور چمکیلا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خدا شناسی جبتک کہ رحیمیت کی صفت کے ذریعہ سے ہمارا چشمدید واقعہ نہ بن جائے۔ تب تک ہم کسی طرح سے اپنے رب کریم کی حقیقی معرفت کے چشمہ سے آب زلال نہیں پی سکتے۔ اگر ہم اپنے تئیں دھوکہ نہ دیں تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ ہم تکمیل معرفت کیلئے اس بات کے محتاج ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ذریعہ سے تمام شکوک و شبہات ہمارے دور ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل اور قدرت کی صفات تجربہ میں آکر ہمارے دل پر ایسا قوی اثر پڑے کہ ہمیں ان نفسانی جذبات سے چھوڑائے جو محض کمزوری ایمان اور یقین کی وجہ سے ہمارے پر غالب آتے اور دوسری طرف رخ کر دیتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ انسان اس چند روزہ دنیا میں اگر بوجہ اسکے کہ خدا شناسی کی پرزور کرنیں اُسکے دل پر نہیں پڑتیں ایک خوفناک تاریکی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جسقدر دنیا اور دنیا کی املاک اور دنیا کی ریاستیں اور حکومتیں اور دولتیں اس کو پیاری معلوم ہوتی ہیں اس قدر عالم معاد کی لذات اور خوشحالی حقیقی کی جستجو اسکو نہیں ہوتی اور اگر کوئی نسخہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کا نکلے تو اپنے منہ سے اس بات کے کہنے کے لئے تیار ہے کہ میں بہشت اور عالم آخرت کی نعمتوں کی خواہش سے باز آیا پس اس کا کیا سبب ہے یہی تو ہے کہ اللہ تعالےٰ کے وجود اور اس کی قدرت اور رحمت اور وعدہ وعید پر حقیقی ایمان نہیں پس حق کے طالب کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس حقیقی ایمان کی تلاش میں لگا رہے۔ اور اپنے تئیں یہ دھوکہ نہ دے کہ میں مسلمان ہوں اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا ہوں قرآن شریف

پڑھتا ہون۔ شرک سے بیزار ہون۔ نماز کا پابند ہون اور ناجائز اور بد باتون سے اجتناب کرتا ہون کیونکہ مرنیکے بعد کامل نجات اور سچی خوشحالی اور حقیقی سرور کا وہ شخص مالک ہوگا جس نے وہ زندہ اور حقیقی نور اس دنیا مین حاصل کرلیا ہے جو انسان کے منہ کو اسکے تمام قوتون اور طاقتون اور ارادون کے ساتھ خدا تعالےٰ کیطرف پھیر دیتا ہے اور جس سے اس سفلی زندگی پر ایک موت طاری ہوکر انسانی روح مین ایک سچی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ زندہ اور حقیقی نور کیا چیز ہے؟ وہی خداداد طاقت ہے جس کا نام یقین اور معرفت تامہ ہے یہ وہی طاقت ہے۔ جو اپنے زور آور ہاتھ سے ایک خوفناک اور تاریک گڑھے سے انسان کو باہر لاتی اور نہایت روشن اور پُرامن فضا مین بٹھا دیتی ہے۔ اور قبل اسکے جو یہ روشنی حاصل ہو تمام اعمال صالحہ رسم اور عادت کے رنگ مین ہوتے ہین اور اُس صورت مین ادنیٰ ادنیٰ ابتلاؤن کیوقت انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے بجز اس مرتبہ یقین کے خدا سے معاملہ صافی کس کا ہو سکتا ہے؟ جسکو یقین دیا گیا ہے وہ پانی کی طرح خدا کیطرف بہتا ہے اور ہوا کی طرح اسکی طرف جاتا ہے اور آگ کی طرح غیر کو جلا دیتا ہے اور مصائب مین زمین کی طرح ثابت قدمی دکھلاتا ہے۔ خدا کی معرفت دیوانہ بنا دیتی ہے مگر لوگون کی نظر مین دیوانہ اور خدا کی نظر مین عقلمند اور فرزانہ۔ یہ شربت کیا ہی شیرین ہے کہ حلق سے اترتے ہی تمام بدن کو شیرین کر دیتا ہے اور یہ دودھ کیا ہی لذیذ ہے کہ ایکدم مین تمام نعمتون سے فارغ اور لاپرواہ کر دیتا ہے مگر ان دعاؤن سے حاصل ہوتا ہے جو جان کو ہتھیلی پر رکھکر کیجاتی ہین۔ اور کسی دوسرے کے خون سے نہین بلکہ اپنی سچی قربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ کیسا مشکل کام ہے۔ آہ صد آہ ٭

مسیح کی بنیظیری

عیسائی اخبارات اور عیسائی لیکچرار اب عام طور پر اس بات کو تسلیم کر رہے ہین کہ جس رنگ مین انیس سو سال سے عیسائی دنیا مسیح کو نجات دہندہ اور شفیع مانتی آئی ہے اب فہیم عیسائیون کا یہ عقیدہ نہین رہا اور اس نئے پرانا عقیدہ کہ نجات مسیح کے صلیب پر ایمان لانے سے ملتی ہے۔ علمی طور پر بالکل مرچکا ہے۔ چنانچہ ابھی ہاگ صاحب (یہ ایک پادری صاحب کا نام ہے) نے مدراس کے ایک عیسائی میگزین کے جنوری کے پرچے مین جس کا نام کرسچین کالج میگزین ہے۔ "عیسائیونکے نزدیک شفاعت کا مفہوم"

کے عنوان کے نیچے ایک مضمون لکھا ہے جس مین وہ یون لکھتا ہے:۔ ”مسیح کو خدا اور انسانون کے درمیان ایک ہی شفیع ماننے کے خیال کو جس طرح عیسائی عقائد مین ادا کیا گیا ہے وہ ایک ایسا رنگ ہے جو ہندوستانی ادائے خیال کے پیرایون کے بالکل مخالف پڑا ہوا ہے۔ اور یہ قیاس بالکل صحیح ہے کہ اگر عیسائیت کو پہلے مستقل فتوحات بجائے یورپ کے ہندوستان مین حاصل ہوتین تو اسکے عقیدے بھی موجودہ عقائد سے بالکل نرالے رنگ کے ہوتے اور ان عقیدون کی اصطلاحین بھی کچھ اور ہی ہوتین .... اور اگر یہ قیاس صحیح ہے۔ کہ ہندوستان اگر پہلے عیسائی مذہب کو اختیار کرتا تو باوجود اسکے عیسائی ہونیکے اسکے دینی عقائد وہ ہرگز نہ ہوتے جو آج کل یورپ کے عیسائیون مین رائج ہین۔ تو کیا پھر یہ بھی بالکل سچ اور درست نہین کہ اگر گذشتہ باتین اور پرانے عقائد کسی طرح سے یک لخت دلون سے محو ہو جائین۔ اور مغرب کے عیسائی دنیا کو نئے سرے سے اپنے مذہبی عقائد تراشنے پڑین تو عیسائی متقدمین اور ابتدائی زمانے کے عیسائی بزرگون کو یہ عقائد بہ سبب بالکل نئے ہونیکے سخت گھبراہٹ مین ڈالنے والے ہون“۔ اور پھر آگے چل کر یون لکھتا ہے:۔ ”اس نگاہ سے عیسائیت کے بڑے بڑے تاریخی عقائد کی نسبت یہ تو بیشک کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان ملحدانہ عقائد کے انکار کے سبب سے جو یسوع کی اصلی بزرگی کو غلط معنے کر کے چھپانا چاہتے تھے بیش قیمت عقائد ہین لیکن یہ ان عقائد کی نسبت کسی صورت مین نہین کہا جا سکتا کہ وہ کامل اور قطعی ساخت کے عقائد ہین درحقیقت ایسے تمام اشخاص کا جو سمجھتے ہین کہ اس زمانے کیلئے یہ عقائد موزون نہین بلکہ بے معنی ہین اور ان پر کوئی حجت قائم نہین کرتے۔ یہ فرض لازم ہے کہ وہ انکے ادا کرنیکا کوئی زیادہ مؤثر پیرایہ تلاش کرین...... شاید بعض یہ خیال کرینگے کہ ان نئے معنون کے رو سے شفاعت کا مفہوم اس قدر بدل جاتا ہے کہ اسکا نام شفاعت رکھنا بالکل غلط اور بیجا ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہ رائے ٹھیک ہی ہو“۔

ابتک تو یسوع کی شفاعت کا مغز اسکے خون کو سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب اس دراز تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک بالکل لغو اور باطل خیال تھا ہمین اس سے کوئی تعلق نہین کہ وہ کرورون آدمی جو اپنی ساری عمر انہی غلط اور جھوٹے عقائد مین مبتلا رہ کر گذر گئے ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔ اور آیا اس غلطی مین مبتلا رہ کر بھی ان کو نجات ملی ہوگی یا نہین۔ البتہ پولوس کے متعلق یہ سوال کرنیکے لائق ہے کہ اگر ان خطوط کا لکھنے والا وہی ہے جو نئے عہد نامے کے مجموعہ مین اس کیطرف منسوب کئے گئے ہین تو وہ بھی اس غلط عقیدہ مین ہی پھنسا رہا۔ کیونکہ رومیون ۵ مین وہ کہتا ہے ”سو اب کہ اسکے لہو کے سبب ہم راستباز ٹھہرے تو کتنا زیادہ

اسکے وسیلے فہر سے بچ رہینگے" آج کل کے علمائے مسیحی کے الفاظ پولوس کے الفاظ کی جو عیسائیت کا اصل بانی تھا۔ بالکل ضد پڑے ہوئے معلوم ہوتے ہین۔ عبرانیون ۹/۱۴ مین وہ کہتا ہے "تو کتنا زیادہ مسیح کا لہو جس نے بے عیب ہو کے ابدی روح کے وسیلے آپکو خدا کے سامنے قربانی گذرانا۔ تمہارے دلون کو مردہ کامون سے پاک کرے گا تاکہ تم زندہ خدا کی عبادت کرو" اور پھر رومیون ۳/۲۵ مین ہے "جسے خدا نے آگے سے ایک کفارہ ٹھہرایا جو اسکے لہو پر ایمان لانیسے کام آوے" اور پھر عبرانیون ۱۲/۲۴ مین لکھتا ہے "اور یسوع کے جو نئے عہدنامہ کا درمیانی ہے اور اس چھڑکی ہوئی لہو کے جو ہابل کی نسبت سے بہتر باتین بولتا ہے" اور یہی وہ تعلیم ہے جو پولوس ساری عمر دیتا رہا۔ اب ان تمام آیات مین مسیح کے لہو کو اصل کفارہ گناہون کا ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ اس زمانے کے مسیحی علماء اس عقیدے کو غلط ٹھہرا کر ایک نیا عقیدہ گھڑ رہے ہین۔ لیکن خواہ کچھ ہی ہو عیسائی اس بات پر تُلے ہوئے ہین کہ پُرانے عقیدے کی عمارت کے گرجانے پر اب اسی جگہ ایک نئے عقیدے کی بنا رکھ دین۔ یہ زندگی کے لئے ایک آخری مایوسی کی کوشش ہے اور اسکا انجام جلدی ہی نظر آجائے گا۔ جب وہ عقیدے جو یسوع کے نام کے ساتھ وابستہ تھے تنقید کی روشنی کے نیچے آکر پارہ پارہ ہوگئے تو اب یہ کوشش کیجاتی ہے کہ کسی طرح سے یسوع کا نام نہ مٹ جائے۔ اور اب یسوع کی یکتائی کو عیسائی مذہب کے عقائد کی عمارت کا شہتیر کہا جاتا ہے۔ اسی مذہب مین جو یسوع کے نام پر چل رہا ہے۔ ایک تو بے شک معجزانہ طاقت ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے جیسے اسکے پیس وپیش کے حالات بدلتے رہتے ہین یہ بھی ایک نیا رنگ اختیار کرتا رہتا ہے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کی جو خاصیت اس مین ہے وہ دوسری جگہ مشکل سے نظر آئے گی۔

ہاگ صاحب کے بیان کے مطابق مسیح کی شفاعت کے عقیدے کا نیا پیرایہ یہ ہونا چاہئے کہ یسوع کی یکتائی کا ظہور اس کی اس طاقت کے ذریعہ سے ہوتا ہے جسکا اثر وہ بیشمار انسانون پر ڈالکر یہ الہام کرتا ہے کہ وہ ان کا خداوند مطلق اور آقا ہے اور وہ ایک برتر ہستی جو اب بھی زندہ اور حکم دے رہی ہے۔ اگرچہ وہ اب زمین پر نظر نہین آتی + نئے عیسائیون کے نزدیک شفاعت کا مفہوم بھی صرف یہی ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس نئے عقیدے کے لئے یہ ایک بالکل غلط نام ہو۔ جیسا کہ ہاگ صاحب خود تسلیم کرتا ہے لیکن چونکہ اس سے عیسائیت کا نام زندہ رہتا ہے۔ اسلئے اسکو پُرانے لہو کے عقیدے کی ایک نئی تفہیم یا نیا پیرایہ قرار دینا ہی مصلحت سمجھا گیا ہے۔ اگر حقیقت کیطرف دیکھا جائے تو یہ دونون مسئلے یعنی یہ کہ نجات صرف یسوع

مسیح کے خون سے ملتی ہے اور یہ کہ یسوع کی بنیظیری عیسائیون کی زندگی پر اپنا اثر ڈالتی ہے ایکدوسرے سے کوسون دور پڑے ہوئے ہین اور ہاگ صاحب کو خود بھی ماننا پڑا ہے کہ ابتدائی عیسائی بزرگونکا تراشیدہ عقیدہ تو مسئلہ شفاعت کی ایک مل اور بجائے خود کافی صورت پیش کرتا ہے حالانکہ نئے متکلمین نے دیکھ اس مسئلے کو ان معنون مین لیا جا سکتا ہے کہ وہ مسئلہ شفاعت کی اسکے ظاہر اور قدرتی معنون مین بالکل نجکنی کرتا ہے۔ لیکن خواہ اسکو یون سمجھ لیا جاوے کہ اصول وہی ہین اور صرف علم کلام بدلا ہے اور خواہ یہ سمجھ لیا جاوے کہ اصول ہی بدل گئے ہین۔ معقول نگاہ سے دونون ایک ہی گری ہوئی حالت مین ہین۔ اور اگر پرانے عقیدے کے ازالہ کے لئے انیس سو سال لگ گئے ہین تو یہ نیا عقیدہ یقیناً ایک ... دو پشتون مین ہی گرتا ہوا نظر آجائیگا۔ اور اس کی وجوہات نہایت صاف ہین۔ اصل عیسائی عمارت تو گر چکی ہے لیکن چونکہ یسوع کی عظمت پشت در پشت اسکو خدا ماننے کی وجہ سے ان لوگونکے خون مین رچ گئی ہے اس لئے باوجود معقولی طور پر جھوٹا ثابت ہونیکے اس عظمت کو قائم رکھنے کیلئے نئے نئے حیلے تراشے جاتے ہین یہ نسل یا آیندہ نسل تو ان باتونکے لئے معذور ہے ہان اسکے بعد جو فہیم لوگ پیدا ہونگے ان کے دلون پر چونکہ اس خدائی کے عقیدے کا اثر گھٹتا گھٹتا بہت کم ہو گیا ہوگا کیونکہ اس مین ایک لحہ کے لئے بھی شک نہین ہوسکتا کہ یسوع کی عظمت اب دن بدن کم ہو رہی ہے اور اس کی خدائی کی عمارت دمبدم گر رہی ہے اس لئے وہ لوگ ان تراشے ہوئے عقیدون کی اصلیت کو سمجھ کر سب کے سب یک مرتبہ بیزار ہو جاوینگے۔

ہاگ صاحب کا خیال ہے کہ مسیح کی بنیظیری ..... اس کے اس اثر سے ظاہر ہے۔ جو بیشمار انسانون کے دلونپر پڑ رہا ہے۔ مگر یہ سخت غلط بیانی ہے۔ وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ اسکا اثر بیشمار عیسائیون کے دلون پر پڑتا ہے اگر اسوقت بھی اس کا یہ قول صحیح ثابت نہ ہوتا۔ کیا یہ سچ نہین ہے کہ یہ فرضی بنیظیری ان بیشمار یہودیون کے دلون پر اثر ڈالنے مین ناکام ثابت ہوئی ہے جو اسکو ہمیشہ سے برا کہتے اور کافر اکفر کا خطاب دیتے رہے ہین اور اگرچہ ہاگ صاحب کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بھی "وہ پاکیزگی کی روح" انسانی بدکاریون کے درمیان پھر رہی ہے لیکن جن یہودیون کو اس زمانے مین جب وہ روح زندہ زمین پر موجود تھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا انہون نے کبھی اس کی ادعائی پاکیزگی کو محسوس نہین کیا۔ بلکہ وہ تو اسکو نعوذ باللہ ناپاکی کی طرف منسوب کرتے اور شیطانی روح کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشمار یہودیون کے دلون پر یسوع کی فرضی بنیظیری نے کوئی اثر نہین کیا۔ ایسا ہی اس بنیظیری کا بیشمار

بدھ مذہب والون بیشمار آتش پرستون بیشمار ہندوؤن بیشمار بت پرستون اور بیشمار دوسرے انسانون پر
ذرہ بھی اثر نہین ہوا - برخلاف اسکے ایک ہندو کے دلپر ایک بت کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے یا اس سے بھی بڑھکر
جو ہاگ صاحب جیسے عیسائیون پر یسوع کا ہوتا ہے یا اس سے بھی آگے چلین تو ایک فتیش (یعنی وحشی
اقوام کے بت جو مختلف جانورون یا بیجان چیزون کی صورت پر بنائے گئے ہین) کے عابد پر ایک مرغ
یا سانپ یا پتھر یا گھونگے کی شکل کا جو اثر ہوتا ہے وہ بھی اسی اثر کی مانند ہے جسکا دعوے ہاگ صاحب
یسوع کے لئے کرتے ہین اور جیسا تمام بت پرست اور وحشی اقوام اپنے بتون اور فرضی معبودونکے
اثر کو بیان نہین کرسکتے ایسا ہی ہاگ صاحب بھی تسلیم کرتا ہے کہ یسوع کے اس جادو کے سے اثر کو
وہ بیان نہین کرسکتا اور نہ ہی اس کی کیفیت بتا سکتا ہے اِسلئے یسوع کی بےنظیری عیسائیّت کے اندر
ہی محدود ہے جیسے کہ دوسرے اقوام کے اوتارون وغیرہ کی بےنظیری بھی انہین اقوام کے اندر محدود ہے
کوئی خطِ امتیاز نہین کھینچا گیا - ہاگ صاحب جو امتیاز بتانے کی کوشش کرتے ہین وہ ان کی من گھڑت بات
ہے اور اس کی اصلیت کچھ بھی نہین - اس نے اس بات کو فرض کرلیا ہے کہ دوسرے مذاہب مثلاً ہندو
مذہب مین اوتار کے معنے یہ ہین کہ خدا نے اپنی ذات کو ایک گوشت کے تپلے مین چھپا لیا لیکن عیسائی مذہب
مین اوتار کے معنے یہ ہین کہ بجائے اپنی اصلیت کو چھپانیکے خدائے تعالے نے ایک انسان اور ایک ابدی
انسانی روح بن کر اپنے آپ کو ظاہر کیا - ایک عیسائی نے تو یہی کہنا ہوا لیکن ہندو جب بیان کرے گا
تو وہ عیسائی مذہب پر وہی الزام دے گا جو ایک عیسائی نے ہندو مذہب پر دیا ہے اور اپنے مذہب مین
اوتار کے معنون کو اسی طرح پر بیان کرے گا جیسے ہاگ صاحب نے بیان کیا ہے - کوئی خارجی واقعہ تو ایسا ہے ہی
نہین جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ فلان مذہب مین خدا انسان کا جسم اختیار کرکے ظاہر ہوگیا اور فلان
مین ایسا ہی جسم اختیار کرکے چھپ گیا اس مین تو شک نہین کہ کرشن کا مادی جسم کسی شفاف مادے کا نہین
تھا جسکے اندر اگر بالفرض کوئی چھپا ہوا ہوتا تو باہر سے نظر آجاتا - مگر مشکل یہ ہے کہ یسوع کا جسم بھی اسی
کثیف مادے کا تھا جسکا کرشن کا تھا - ہاگ صاحب یسوع کی تائید مین ایک دعوے کرتا ہے اور ایک
دوسرا دعوے دوسرے مذاہب کے اوتارون کی تردید مین کرتا ہے لیکن ہردو یکسان طور پر بے ثبوت
ہین - پھر آخیر پر ہاگ صاحب اس فقرہ پر اس فرضی امتیاز کو ختم کرتا ہے کہ عیسائی لوگ ”ایک شفیع
اوتار کے سوا دوسرے کو تسلیم نہین کرسکتے جبتک کہ وہ عیسائیّت کے خاص پیغام کو تباہ نہ کردین“

اور اگر یہ کوئی دلیل یسوع کے خدا ہونے پر ہے تو ایک ہندو بھی کہہ سکتا ہے کہ ہندو مذہب کے خاص پیغام کو تباہ کرنیکے بغیر وہ عیسائیّت کے اوتار کو نہیں مان سکتا۔ اب ناظرین خود غور کر لین کہ ان دونون فرضی دلیلون مین سے زبردست کونسی ہے +

اب ہمین یہ دیکھنا باقی ہے کہ یسوع کی فرضی بے نظیری نے کہانتک خدا اور انسان مین تعلق قائم کر کے اپنے درمیانی یا شفیع ہونیکا ثبوت دیا ہے یا بالفاظ دیگر اس بے نظیری نے ان لوگونکی زندگیون مین کونسی پاک تبدیلی کی ہے جن پر بالفاظ ناگ صاحب اس نے ایک "عظیم الشان اثر طاقت اور حکومت اور اخلاقی فضیلت کا ڈالا ہے"۔ یسوع کی اس بیجا تعریف کا ہمین افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ واقعات سے کچھ پتہ نہین ملتا۔ اگر عام عیسائیون کی موجودہ حالت پر نظر کیجاوے تو ایک سخت قابل افسوس نظارہ معلوم ہوتا ہے۔ اور خود عیسائی لیکچرار اور عیسائی واعظین اس گری ہوئی اخلاقی حالت کو ہمیشہ بیان کرتے ہین پس اگر یسوع کی بے نظیری کا ثبوت عام عیسائیون کی حالت سے لینا ضروری ہے کیونکہ راقم مضمون مانتا ہے کہ اس بے نظیری کا اثر بیشمار انسانون پر پڑ رہا ہے تو پھر ہمین افسوس سے کہنا پڑے گا کہ جس اعلیٰ درجہ کی اخلاقی فضیلت کا دعوے کیا گیا تھا۔ اسکا شمہ بھی نہین پایا جاتا۔ اور اگر عیسائیّت کی گذشتہ تاریخ پر نظر ڈالین تو یہ نظارہ اور بھی خوفناک ہے درمیانی زمانہ کی ڈراؤنی تاریکی اور خوفناک ناپاکیان قابل ذکر ہی نہین [illegible]ں سے بھی پیچھے چلین تو پھر بھی کوئی خوبی ہماری آنکھ کے سامنے نہین آتی۔ عیسائیّت کی دوسری صدی مین بھی اس کی سیاہ [illegible] موجود ہین اور پھر جب خود حواریون پر نظر ڈالتے ہین جس طرح انجیلون مین ان کا نقشہ کھینچا ہے اور جن کو خصوصیّت سے مسیح نے اپنے لئے چن لیا تھا۔ تو ان کی حالت بھی قابل اطمینان نہین ہے اور مسیح کی بے نظیری کا وہان بھی کچھ کم ہی اثر دکھائی دیتا ہے۔ خود مسیح بار بار ان کی بے ایمانی اور دنیاوی خیالات کا شاکی ہے۔ اور اس سے بڑھکر یہ کہ بالآخر ایک تو دغا دے کر اپنے آقا کو پکڑوا دیتا ہے اور دوسرے بھی کم دغاباز ثابت نہین ہوتے کیونکہ مصیبت کے وقت سب کے سب اسکو اکیلا چھوڑکر بھاگ جاتے ہین۔ علاوہ ازین اناجیل مروجہ سے تو یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ وہ کونسی بڑی بڑی بدکاریان تھین جن مسیح نے اپنے ہم قومون کو چھڑایا یا کونسی اخلاقی فضیلت کی روح ان مین پھونک دی ہان صرف اتنا ذکر ہے کہ چند ماہی گیر اسکے ایسے کرتبون کے سبب سے جیسے کہ بھوتون کا نکالنا۔ یا پانی کا شراب بنانا یا علاج کرنا وغیرہ اسکے پیچھے ہو لئے تھے اور یہ وہ انسان ہے جسے اسلئے آسمان پر چڑھایا جاتا ہے کہ اسکا

اثر دلون پر بیجا تھا۔ہاگ صاحب کو اسکے اندر ایک ایسا عفو نظر آتا ہے جو ہر قسم کی سختی کی آلایش سے پاک وصاف رہا۔لیکن بیچارے یہودی ابتک اس کی گالیونکے شاکی ہین جو وہ ان کے مقدس علما اور بزرگونکو لگالا کرتا تھا اور اسلئے وہ اسکے اندر کینہ توزی کی صفت کو پاتے ہین۔شائد ہاگ صاحب اسکا جواب یہ دے کہ اخلاقی فضیلت تو اسکے اندر موجود تھی لیکن اس نے اس ذخیرہ کو خرچ نہین کیا۔کیونکہ دوسری جگہ وہ یسوع کی ظاہری ناکامیون اور نامرادیون کا جواب یہ دیتا ہے کہ "وہ ایک عظیم الشان طاقت رکھتا تھا لیکن اس نے اسے خرچ نہین کیا" اسکو تو ایسا معلوم ہوتا ہے لیکن یہودیون کو اسکے خلاف معلوم ہوتا ہے۔اور اس اپنی طاقت کو بھی وہ گاہے گاہے موقع پاکر خرچ ہی کرلیا کرتا تھا۔مثلاً اناجیل مین یہ ایک بڑے جلال کا واقع بیان کیا گیا ہے جبکہ یسوع ایک گدھی یا گدھی کے بچہ یا دونون پر سوار ہوکر (یہ شک انجیلون مین ہی پایا جاتا ہے) یروشلم مین جہلاء کی چیخون اور خوشی کے نعرون کے اندر بڑے جلال سے داخل ہوا۔ایسا ہی ایک اور موقعہ پر اس نے ہیکل مین داخل ہوکر صرافون کے تختے اور کبوتر فروشون کی چوکیان الٹ دین اور ان کو کوڑے مار کر ہیکل سے باہر نکالدیا۔سو معلوم ہوا کہ وہ اپنی طاقت کو موقعہ پاکر خرچ بھی کرلیا کرتا تھا۔جیسا کہ اور انسان بھی جب انکو موقعہ ملتا ہے خرچ کرہی لیتے ہین اور بے موقعہ طاقت کو برتنا تو بیوقوفی ہے۔مثلاً ہیکل کے اندر سے تو کوڑے مار کر غریبونکو باہر نکالدیا۔لیکن ہیکل کے اوپر سے گرنے سے انکار کیا کیونکہ جو اسکا انجام ہوتا وہ کسی سے پوشیدہ نہین +

اس لئے اب ہمین وہ علامات دیکھنی چاہئین جن سے کسی انسان کی بےنظیری کا ثبوت ملسکے اگر کوئی شخص خیال کرے یا اپنے دل مین محسوس کرے کہ فلان واقعہ یون ہے تو محض خیال سے تو وہ واقعہ اس طرح نہین ہوجاتا۔یہ تو بالآخر ایک خیال ہی ہے دلیل کوئی نہین ایک ہی امر کی نسبت مختلف آدمی مختلف طور سے خیال کرتے ہین۔اور کوئی وجہ نہین کہ ایک عیسائی کے خیال کو صحیح سمجھ لیا جائے اور ایک یہودی کے خیال کو بے دلیل غلط مان لیا جائے اگر خدا واقعی محدود ہوکر زمین پر آگیا تھا اور یسوع کی شکل مین اس نے انسان کے خدا سے تقرب ڈھونڈنے مین درمیانی کا کام دیا تھا تو ایسے تقرب کے کوئی ظاہر نشان بھی ضرور ہونگے اور ہونے چاہئے۔کیونکہ صرف دعوٰن پر جن کی کوئی دلیل نہ ہو کسی امر کا فیصلہ نہین کیا جا سکتا اور ہاگ صاحب نے خود بھی تسلیم کرلیا ہے کہ شفاعت کے مدعی دوسرے لوگ بھی ہین کسی انسان کو اس امر کا احساس ہوجانا کہ فلان شخص شفیع اور بےنظیر ہے

کوئی معیار اس کی بے نظیری کو پرکھنے کا نہین ہے اور نہ یسوع نے کبھی یہ تعلیم ہی دی بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ "اگر تم مین ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو تو تم اس پہاڑ کو کہو کہ یہان سے اٹھکر وہان چلا جا تو وہ چلا جائیگا اور تمہارے لئے کوئی بات ناممکن نہ ہوگی" متی ۱۷/۲۰۔ اور پھر کہتا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے متی ۱۲/۳۳۔ خود عیسائی بھی یہ لاف زنی کرتے ہین کہ خدا ہماری دعاؤن کو سنتا اور ہمین ان دعاؤن کا جواب دیتا ہے اگرچہ یہ گفتگو گھر کے دائرہ کے اندر یا اسی حد تک محدود ہو جبتک سننے والے عیسائی ہون لیکن بالمقابل دوسرے مذاہب کے ایسے دعوے کی جرات ہرگز نہین کیجاتی کیونکہ وہ جانتے ہین کہ اگر واقعی اسی کو معیار قرار دیا جاوے تو وہ کامیاب نہین ہوسکتے۔ تجربہ ان کے لئے مہلک ہے۔ اب دعا کا اثر صرف اسی حالت مین معلوم ہوسکتا ہے کہ خدا سے خبر پاکر اسکے انجام کی پہلے اطلاع دیجاوے لیکن ایک بھی عیسائی ساری دنیا مین اسوقت ایسا موجود نہین ہے جو اس رنگ مین اپنی دعا کی قبولیت کا دعوے کرکے ثبوت دے سکے۔ کوئی عیسائی ایسی جرات نہین کرسکتا کیونکہ اللہ تعالے کے ہان کسی کو قرب حاصل نہین اگر یہ لوگ سچے دل سے یہ خواہش رکھتے کہ وہ سچے شفیع کو ثبوت کے ساتھ پالین تو دوسرے تمام مباحثے ختم ہو جاتے لیکن ان کی غرض سچائی کے اظہار سے نہین ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ان کی دکانین چلتی رہین اور اسلئے اصل امر تنقیح طلب کو ہمیشہ ٹال کر اور بحثین چھیڑ دیجاتی ہین کسی نبی کی بے نظیری اور شفاعت اُس قرب الٰہی سے معلوم ہوسکتی ہے جو اسکے پیرؤون کو حاصل ہو اور جسکا وہ ثبوت دے سکین جس صورت مین ہم دوسرون کے بے دلیل دعوؤن کی تردید کررہے ہین کیونکہ وہ انکے ساتھ کوئی دلیل پیش نہین کرتے تو ہم خود کبھی نہین کرسکتے کہ پھر خود ہی ایک دعوے بلا دلیل پیش کردین اور نہ ہم یہ چاہتے ہین کہ بڑے بڑے الفاظ کے گرد و غبار مین اپنے مطلب کو چھپانے کی کوشش کرین۔ جیسے ہاگ صاحب نے کیا ہے۔ ہم واقعات کو پیش کرتے ہین اور ہر ایک شخص بجائے خود انکو پرکھ سکتا ہے۔ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر اور آپ کا ہی خدا اور انسان کے درمیان سچا شفیع ہونا ایسے واقعات پر مبنی ہے جن کی سچائی سے انکار نہین ہوسکتا۔ آنحضرت صلعم کا اثر آپکے پیرؤون پر ایسا تھا کہ انہون نے صرف آپکی خاطر ہر ایک راحت اور آرام کو چھوڑ کر مصیبتین اختیار کین اور اپنے ملک و وطن کو اور اپنی جائیدادون کو چھوڑ دیا یہ آپکی ہی شفاعت کا نتیجہ تھا۔ کہ عرب جو شرک اور بت پرستی اور ہر قسم کی بدیومین تلے ہوئے تھے یکدفعہ ان سب کو چھوڑ کر نہ صرف توحید الٰہی کے قائل ہو گئے بلکہ اس طرح یہ توحید انکے دلون کے اندر رچ گئی کہ اسکے پھیلانے مین انہون نے

وہ ہمت دکھلائی جس کی نظیر دنیا مین ایک بھی نہین وہ ذلت کے انتہا گڑھو نسے نکلکر تہذیب اور راستبازی کے اعلے مقامون پر پہنچگئے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لفظ انپر جادو کا سا اثر کرتا تھا ۔ مدینہ کا وہ نقشہ جب شراب کی ممانعت کا حکم نازل ہوا بیشمار مثالون مین سے ایک مثال ہو ۔ جب یہ اطلاع پہونچی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کو منع کر دیا ہے تو اسی وقت شراب کے مٹکے تمام شہر کے اندر توڑ ڈالے گئے اور شراب گلیون مین اس طرح بہ رہی تھی جیسے مینہ کا پانی ۔ کوئی دنیا مین ایسی اور بھی نظیر ہے کہ ایک انسان کی آواز مین ایسی کشش اور ایسی قوت ہو ۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو برکات اس امت محمدیہ کو ملین وہ آپ کی دنیوی زندگی کے ساتھ منقطع نہین ہوئین بلکہ آپ کی شفاعت سے اس امت کو غیر منقطع اور ابدی برکات عطا کی گئی ہین یہ آپ کی ہی شفاعت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالے آپکے پیرؤن سے ہمکلام ہوتا ہے اور اُن پر غیب کی خبرین کھولتا ہے ۔ وہ ان کی دعاؤن کو سنتا اور قبل از وقت اطلاع دیتا ہے ۔ پھر یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت ہے جو آپ کی امت مین مسیح موعود پیدا کیا گیا ہے جو ان تمام برکات کا زندہ ثبوت موجود ہے اور نہ صرف بہت موقعون پر اسلام کے اندر ان برکات کے موجود ہونے کا ثبوت دے چکا ہے بلکہ اب بھی حق کے طالبون کو ایسا ثبوت دینے کو تیار ہے ۔ ہزارہا آسمانی نشان اس کی تائید مین ظاہر ہو چکے ہین اور لاکھون دعائین قبول ہو چکی ہین جن کی اکثر پیش از وقت اطلاع دی گئی ۔ ان نشانات اور ان دعاؤن کے قبول ہونیکے لاکھون زندہ رویت کے گواہ موجود ہین لیکن اگر باوجود ان تمام شہادتون اور ثبوتونکے بھی کسی کو شک ہے تو وہ خدا کے تازہ نشانات دیکھ سکتا ہے جو بارش کی طرح برس رہے ہین ہان یہان **ایک انسان موجود ہے جو اپنے قرب الٰہی کا ثبوت دیتا ہے** ۔ کوئی عیسائی ہے جو اس کی آواز کو سُنے ؟ ۔

”رانا گھاٹ کا پادری“

پادری صاحب کو مباحثات کا شوق تو بہت ہے ۔ لیکن ذاتی حملونکے بغیر مباحثہ کرنا اسکے لئے قریبًا ناممکن ہے اور اسکے حملے بھی عمومًا بدزبانی اور گالیون کی نوبت تک پہونچے ہوتے ہین اسی پر بس نہین

بلکہ وہ بڑی جرأت سے ایسے لوگون پر بھی حملے کرتا ہے اور سخت درشت الفاظ مین ان کا ذکر کرتا ہے جو مباحثہ مین شامل نہ ہون اسکے ان افعال سے ثابت ہوتا ہے کہ انجیل کی اس آیت کی دھمکی جسکا وہ وعظ کرتا ہی اسکے خبثِ نفس کو دور نہین کر سکی جہان یہ لکھا ہے کہ جو کوئی اپنے بھائی کو بیوقوف کے خطاب سے بھی مخاطب کرے گا اسکی سزا جہنم ہے۔ متی ۵-۲۲ - ۱۶ جنوری ۱۹۰۴ء کے اخبار ایپی فینی مین اسکا ایک خط چھپا ہے جسمین وہ لکھتا ہے "جو طریق مرزا اختیار کرتا ہے وہ بڑا سیدھا طریق ہے لیکن وہ ایک انصاف پسند مباحث کا طریق نہین بلکہ ایک مکار اور فریبی کا طریق ہے۔ ان کی دو چالین ہین۔ پہلی چال جو ایک کمینہ کارروائی ہے وہ ایسی باتونکا دریافت کرنا ہوتا ہے جو بالکل بیہودہ اور بے اصل ہون۔ اور دوسری جو اس سے بھی زیادہ شرمناک کارروائی ہے وہ قرآن شریف اور دوسری کتابون کی عبارتونکے ظاہر معنی کو تحریف کرکے پیش کرنے کا حیلہ ہے جسے وہ اپنی خیالی تحقیقاتون کی تائید مین پیش کرتے ہین" اسی دشنام آمیز اور طنز آمیز لہجہ مین اس کی ساری چٹھی لکھی ہوئی ہے اور گالیونکے علاوہ بار بار اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ "مرزا صاحب کو یہ شکست ہوئی وہ شکست ہوئی اور خود اسے اور اسکے حامیونکو یہ یہ فتوحات ہوئین۔

اگر مباحثہ مین ہم بھی اسی طریق کو اختیار کرتے تو ہمین پادری صاحب سے مباحثہ کرتے وقت نعوذ باللہ یسوع کو گالیان نکالنی چاہئیں تھین کیونکہ ہم لوگ جو فرقہ احمدیہ کے مسلمان ہین حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود مانتے ہین جیسا کہ ڈاکٹر ڈاگ کا پادری یسوع کو مسیح مانتا ہے۔ جو مضمون ہمارے اس رسالے مین بعنوان "عصمتِ انبیاء پر پادری مانرو کے رسالے" چھپتا رہا ہے وہ حضرت مسیح موعود کا یا کسی اور نامہ نگار کا لکھا ہوا نہ تھا جیسا کہ خود اس امر سے ظاہر ہے کہ اسکے نیچے کسی کے دستخط نہ تھے۔ حضرت مسیح موعود نے صرف ایک مضمون عصمتِ انبیاء پر لکھا تھا جو ان کے نام سے مئی ۱۹۰۲ء مین چھپ چکا ہے لیکن ان کا وہ مضمون پادری مانرو کی کسی تحریر کے جواب مین نہ تھا اور نہ ہی سارے مضمون مین اسکو مخاطب کیا گیا یا اس کی طرف کوئی اشارہ کیا گیا تھا۔ اس امر کی اطلاع پہلے بھی ہم اسی دسمبر کے رسالے مین دے چکے ہین اور اسوقت بھی ہم نے ظاہر کیا تھا کہ اس شخص کی عادت ناحق حضرت مسیح موعود کو گالیان نکالنے کی ہی۔ یہ بیسے درجہ کی شرارت ہے کہ اس مضمون کے بعد بھی ایک بڑے فرقہ کے مقدس سرگروہ کو اس طرح گالیان نکالی جاوین حالانکہ لکھنے والے کو علم ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود یہ مباحثہ نہین کر رہے +

اب ہم اس کی چٹھی کے مضمون کو دیکھتے ہین ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ یہ چٹھی ریویو آف ریلیجنز کے ان مضامین کی تردید مین ہے جو پادری مانرو کے رسالون پر ریویو کرتے ہوئے ہم نے عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق لکھے تھے۔ اب اس نے ایک نیا طریق سوچا ہے جس سے بہت سارے مضبوط دلائل کی جن کی وہ مفصل تردید نہ کرسکتا ہو۔ ایک لفظ مین ہی تردید کر دے۔ چنانچہ اپنی چٹھی کے آخری فقرہ مین وہ لکھتا ہے "یہی طریق نئی باتین نکالنے کا یا تحریف کا یا دونون کو ملاکر ریویو آف ریلیجنز کے ان سارے مضامین مین اختیار کیا گیا ہے جن مین آدمؑ پر شرک کے الزام کے متعلق یا ابراہیمؑ۔ موسےؑ۔ داؤدؑ۔ یونسؑ وغیرہ کے متعلق بحث کی گئی ہے"۔ کفارے کے مسئلہ کی طرح تمام مشکلات سے نجات پانیکا پادریصاحب کو یہ اچھا طریق سوجھا ہے اور اس عظیم الشان دریافت کا موجد رانا گھاٹ کا چالاک پادری ہے وہ اسی بات کو کافی سمجھتا ہے کہ اس نے بزعم خود ایک دلیل کو غلط ثابت کر دیا ہے اور اسی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ باقی دلائل بھی سب اسی قسم کے ہونے چاہئے اور جو لوگ اسکے دھوکہ مین آتے ہوتے ہین وہ اسکی بات کو صحیح مان لیتے ہین +

اب ہم دیکھتے ہین کہ حضرت آدم کے ممنوع پھل کھانے کے متعلق پادری مانرو کون کونسی باتین پیش کرتا ہے۔ سب سے پہلے اس نے یہ فرض کر لیا ہے کہ جو معنے ہم قرآن کریم کی آیات کے کر رہے ہین وہ بالکل نئے معنے ہین جو مسلمان علماء اور مفسرین کو معلوم بھی نہین اور اس لئے نہایت جرأت سے وہ یہ الزام دیتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کی اپنی تراشیدہ بیہودہ باتین ہین۔ افسوس ہے کہ اپنی جہالت کیوجہ سے اس شخص نے ایسی گستاخی سے یہ الزام دوسرے پر لگایا ہے۔ اسے مطلق پروا نہین کہ جب اسکا پول کھلے گا تو لوگ کیا کہین گے اور مباحثات مین اس کی دیانتداری کی کہانتک قائل ہونگے بلکہ وہ بالکل بے سوچے سمجھے سر سے لیکر پیر تک جھوٹے بیان اخبارات مین دلیری سے شایع کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا عقیدہ ابتدائی زمانہ سے قریبًا قریبًا ساری اسلامی دنیا کا عقیدہ رہا ہے اور اسکے خلاف ماننے والے لوگ نسبتًا بہت ہی قلیل مقدار مین پائے جاتے ہین اور قرآن شریف کے الفاظ کے ہمیشہ وہی معنے سمجھے گئے ہین جو اس عقیدہ سے مطابقت رکھتے ہون یہ پرلے درجہ کی حماقت اور جہالت ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ کے جو معنے کثرت سے مسلمان سمجھتے رہے ہین ان معنون کے بیان کرنے مین ہم پر نئی باتین تراشنے اور تحریف کا الزام دیا جاوے اور اس امر کو بھی کہ مسلمان ان آیات کے یہی معنے سمجھتے رہے ہین۔ ہم محض اس لئے پیش کرتے

ہین کہ یہ امر واقع ہے ورنہ الفاظ کے معنے عبارت پر منحصر ہین اور اگر پہلے کسی مسلمان نے ان الفاظ کے یہ معنے
نہ بھی سمجھے ہوتے تاہم کوئی امر ان معنون کے کرنے سے ہمین مانع نہ تھا۔ اور پادری مانرو کو ایک اور بات
بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ تحریف تو اسی کا ورثہ ہے جو اسکو اُسکے مقدس بزرگون سے ملا ہے جنہین قرآن شریف
صاف لفظون مین تحریف کا الزام دیتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس طرح پر بار بار ہمین تحریف کا الزام دینے
یا مسلمانون کو اس خیالی فتح مین شامل کرنے کے لئے جو اسے اپنے زعم مین حاصل ہوئی ہے۔ اس کی
غرض صرف عوام کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔

پادری مانرو کا اعتراض صرف اسقدر ہے کہ آیت **ولقد عہدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد له
عزما۔** سے یہ نہین پایا جاتا کہ حضرت آدم کا ارادہ حکم الہی کو توڑنیکا نہین تھا۔ بلکہ اسکا مطلب یہ ہو کہ اسنے
حکم الہی کی تعمیل مین استقلال نہین دکھلایا اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ پہلے معنے ہماری اپنی من گھڑت ہین اور
دوسرے معنے وہ ہین جن پر سب مفسرین نے اتفاق کیا ہے یہ اس کی چٹھی کا خلاصہ ہے (اگر اس کی
گالیون کو الگ کر دیا جاوے) یہ بات ظاہر ہے کہ خواہ لفظ عزم کے کوئی معنے لئے جاوین حضرت آدم کی
بیگناہی لفظ نسی سے جو ان کے حق مین یہان استعمال ہوا ہے کافی طور پر ثابت ہوتی ہے یہ لفظ صاف
طور پر ارادہ کی نفی کر رہا ہے کیونکہ جہان کسی فعل یا ترک فعل مین نسیان ہے وہان ارادہ موجود نہین ہوسکتا
شروع سے جب سے ہمنے گناہ کی تعریف کی ہو اس مین ارادہ کو جزو لازمی قرار دیا ہے لیکن اب جب پادری مانرو
کو یہ نظر آیا کہ اس تعریف کے روسے حضرت آدم کی بے گناہی ثابت ہوتی ہے تو جھٹ سے کہدیا کہ یہ تعریف گناہ
کی مرزا صاحب کی اپنی رائے ہے جس کی سند انکے پاس کچھ نہین۔ ظاہر ہے کہ نسیان ایک فطرتی کمزوری
ہے جو انسان کے اختیار سے باہر ہے اور خدائے تعالےٰ فرماتا ہے **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا**
پس انسان نسیان کے بارہ مین کیونکر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ پر شریعت اسلامی مین یہ صاف حکم
ہے کہ جو آدمی وقت مقررہ پر نماز ادا کرنی بھول جاوے تو اسکو چاہیئے کہ جب یاد آوے نماز ادا کرلے
اور ایسا ہی روزے کے بارے مین حکم ہو کہ جو شخص بھول کر روزے مین کچھ کھالے یا پی لے تو اس سے
اسکا روزہ فاسد نہین ہوتا یہ وہ موٹے موٹے قاعدے ہین جن سے تمام مسلمان آگاہ ہین اور اس لئے
یہ مسئلہ کہ نسیان کی صورت مین اور ارادہ کی عدم موجودگی مین گناہ لازم نہین آتا۔ سچا مسئلہ اسلامی
شریعت کا ہے نہ کہ ہمارا اپنا تجویز کردہ اور اگر اس سے پادری مانرو کی تسلی نہین ہوتی تو اسے چاہیئے کہ

صحیح بخاری کی پہلی ہی حدیث کو دیکھیے جہان لکھا ہے :انما الاعمال بالنیات ۔ کہ ہر ایک عمل نیت اور ارادے سے ہوتا ہے ۔ وانما لکل امرء مانوی ۔ اور ہر ایک انسان کیلئے وہی ہے جو وہ نیت اور ارادہ کرے یہ تمام وہ سندین ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت حقہ اسلام نے ارادہ کو جزو لازمی گناہ مین قرار دیا ہے ۔ اور پادری مانرو کو یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ یسوع بھی یہی کہتا ہے کہ خدا ارادہ اور نیت کو دیکھتا ہے جس سے کوئی فعل کیا جاوے ۔ اگر وہ اس امر کا انکار کرے گا تو ہم اسے حوالہ بھی دیدینگے ۔

اب ہم لم نجد لہ عزما کے معنون پر غور کرتے ہین اس سے پہلے لفظ نسی واقع ہوا ہے جسکے معنون پر پادری مانرو نے کوئی اعتراض نہین کیا اور اس لفظ کے معنے یہی ہین کہ وہ بھول گیا ۔ الفاظ زیر بحث کے لفظی معنے سواے اسکے کچھ نہین کہ ہم نے اس مین ارادہ یا عزیمت نہین پائی اور اس سے دونون صورتین نکلسکتی ہین یعنی حکم الٰہی کو توڑنے کا ارادہ یا احکام الٰہی پر قائم رہنے کا ارادہ یا عزیمت ۔ لیکن لفظ نسی جو پہلے واقع ہوا ہے وہ خود حکم الٰہی کے توڑنیکے ارادہ کی نفی کر رہا ہے ۔ اور اسلئے ان الفاظ مین جو کسی ارادہ کی نفی کی گئی ہے وہ وہی ہے جو اس سے پہلے لفظ نسی مین نفی کی گئی ہے صرف یہی حکم حضرت آدم کو خدائے تعالے کیطرف سے ملا تھا اور اگرچہ یہ حکم ان سے پورا نہ ہوسکا مگر خود خدائے تعالے نے اس معاملہ مین ان کی بریت یہ کہکر کردی کہ آدم سے نسیان ہوا ۔ اور کسی حکم کی خلاف ورزی حضرت آدم سے ثابت نہین ہے جس کی وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ ان مین احکام الٰہی کی تعمیل مین عزیمت نہین پائی گئی ۔ جس حکم الٰہی کی تعمیل نہین ہوئی اس مین خود خدا تعالے نے ان کا نسیان قرار دیکر ارادہ کی نفی کردی ہے پس ان تمام وجوہات سے ثابت ہے کہ ان الفاظ کے یہی معنے اس عبارت مین چسپان ہین جو ہم نے کئے ہین ۔ اب ہم پادری مانرو سے یہ پوچھتے ہین کہ وہ ایمانداری سے اس بات کا جواب دے کہ یہ تحریف اور نئے معنے تراش لینے کا الزام جو اس نے ہم پر لگایا ہے سب تفسیرون اور دوسری مستند کتابون کو دیکھکر لگایا تھا اور یہ اطمینان کر کے لگایا تھا کہ واقعی ایسے معنے نہ کسی لغت کی کتاب مین اور نہ کسی تفسیر یا ترجمہ مین پائے جاتے ہین اور نہ ہی آج تک کسی مسلمان کو یہ معنے سوجھے ہین لیکن چونکہ ان واعظین انجیل سے یہ امید رکھنی فضول ہے کہ وہ صاف طور پر اپنی بیہودگی کا اقرار کرین اسلئے ہم ذیل مین دکھاتے ہین کہ یہی معنے جو ہم نے اس آیت کے کئے ہین پہلے بھی بڑے بڑے مستند مفسرین اور اہل لغت نے کئے ہین ۔ تفاسیر کو ہم صرف اس غرض کے لئے پیش کرتے ہین کہ پادری مانرو کا صریح جھوٹ کھولا جائے ورنہ اور کوئی ضرورت نہین ۔ تفسیر کبیر مین امام فخر الدین رازی حضرت آدم کی عصمت کے

متعلق اس آیت سے استدلال پکڑ کر لکھتے ہین ولانہ تعالےٰ وصفہ، بالنسیان فی قولہ فنسی ولم نجد لہ عزما وذلک ینافی العمدیۃ ۔ترجمہ۔اور اس وجہ سے بھی کہ خدا تعالےٰ نے اسے اپنے قول فنسی ولم نجد لہ عزما۔ مین نسیان کہا ہے اور اس سے ارادہ کی نفی ہوتی ہے۔پھر اس آیت کے نیچے لکھا ہے ولم نجد لہ عزما علی المقام علی المعصیۃ یعنی معصیت پر قائم ہونے مین ہم نے اسکا عزم یعنی ارادہ نہین پایا۔ایسا ہی ابوالسعود کی تفسیر مین لکھا ہے عزما علی الذنب فانہ اخطاء ولم یعتمد۔یعنی عزم سے مراد گناہ کرنیکا ارادہ ہے کیونکہ حضرت آدم سے چوک ہو گئی اور انہون نے ارادہ نہین کیا۔لسان العرب مین عزم کے معنے اس طرح کئے ہین۔عزم علی الامر.....اراد فعلہ۔یعنی جب کوئی کسی فعل کا ارادہ کرے تو اسوقت کہا جائیگا کہ اس نے فلان امر پر عزم کیا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔کہ عزم کے نہ ہونے سے منشاء یہی ہے کہ اس نے اس کام کا ارادہ نہین کیا ہمین اس بات سے انکار نہین کہ تفسیرون مین دوسرے معنے بھی کئے ہین لیکن کسی تفسیر مین ان معنون کے پلے جانیسے نتیجہ نہین نکلتا کہ پادری مانزونے جس تفسیر سے لیا ہو وہ درست ہے اور جن مستند تفسیرون اور لغت کی کتابونکے حوالے ہم نے پیش کئے ہین ان کا وجود اور عدم بھی برابر ہے +

اسی مضمون مین ہم نے لسان العرب کا ایک حوالہ دیا تھا اسکے متعلق بھی بڑی جرأت سے پادری مانزو تحریف کا الزام دیتا ہے لیکن یہ نہین بتایا کہ ہم نے اصل عبارت کو بدل ڈالا ہے یا معنے صحیح نہین کئے۔جو لوگ لسان العرب کو دیکھ سکتے ہین وہ اس کی جلد ۱۹ صفحہ ۳۷۰ سطر ۷ و ۲ کو دیکھین جہان لکھا ہے:۔غوی الرجل خاب......وقولہ عزوجل فعصی آدم ربہ فغوی ای فسد علیہ عیشتہ۔یعنی غوی کا استعمال کسی آدمی کے متعلق یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ناکام رہا۔اور اللہ تعالےٰ کا فرمانا کہ عصی آدم ربہ فغوی اس سے مراد یہ ہے کہ فسد علیہ عیشتہ۔یعنی اس کی زندگی کے امن مین فساد آگیا۔یہ تو حوالہ لسان العرب کا ہے اور اب اسکے ساتھ ہم لین صاحب کی عربی انگریزی ڈکشنری کا حوالہ بھی پیش کرتے ہین دیکھو جلد ۶ صفحہ ۲۳۰۴ جو غوی کے مختلف معنون مین ایک یہ معنی بھی لکھتا ہے کہ مایوس ہوا یا اپنی خواہش کو حاصل نہ کر سکا اور پھر لکھتا ہے کہ قرآن شریف کی بیسوین سورت کی آیت ۱۱۹ مین ایک یہ قرات بھی آئی ہے۔فَغَوِیَ.....اور اسکے معنی کرکے پھر لکھتا ہے کہ اس سے بہتر وہ معنی ہین جو راغب نے اختیار کئے ہین جس مین قرات فَغَوٰی ہے۔اور اسکے معنے یہ ہین کہ اس کی زندگی اسکے لئے مشکل ہو گئی یا یہ کہ وہ مایوس ہوا یا یہ کہ اس نے لاعلمی سے ایک کام کیا۔یا بعضے دوسرے معنے جو مفسرین نے اختیار کئے ہین انتہی۔اگر پادری مانزوان تمام امور پر غور کرکے

ان سے فایدہ اٹھائے تو اسکے حق مین بہت بہتر ہے ✣

پادری مانرو کو اپنے جھوٹ کے کھلجانیکا ڈر کبھی نہین ہوتا۔ وہ یہ نہین سوچتا کہ مین کیا کہنے لگا ہون بلکہ بغیر سوچے کے ایپی فینی کیطرف بھاگ اٹھتا ہی کیونکہ وہان اسکو جگہ ملجاتی ہی اور اسکے ایڈیٹر کی مہربانی سے وہ بڑے بڑے کام کر سکتا ہی۔ یہ وہ اخبار ہی کہ جب مباحثہ ہوتا ہے تو فریق مخالف کے لئے جھٹ یہ اعلان کر دیتا ہے کہ اب مباحثہ بند ہوگیا ہی۔ لیکن اپنے فریق کے لئے اسکے کالمن مین غیر محدود گنجایش ہوتی ہی خصوصًا پادری مانرو کی لافو نکے لئے۔ چنانچہ جو بحث عصمت انبیاء کے متعلق اس پرچہ مین کچھ دن رہی تھی اسکے متعلق ۱۷۔ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو یہ اعلان کیا گیا تھا کہ آیندہ یہ بحث بند کیگئی ہی لیکن مانرو کے مضمون ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء بلکہ ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء تک اس مین نکل رہے ہین اور اسی مضمون کے متعلق۔ خیر یہ ایک عیسائی پرچہ ہے اور اسکا اختیار ہے جو چاہے سو کرے۔ لفظ ظلم کے جو معنے ہم نے جولائی سنہ ۱۹۰۲ء کے مضمون مین کئے تھے انکو پادری مانرو اپنے پیشہ کی معمولی نرمی کے ساتھ "اشتقاقی جھل بل" کہتا ہی۔ اور ایسا ہی لفظ فارقلیط کے معنے کو خیال کرتا ہے۔ لفظ ظلم کے معنے وسیع ہین جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہین لیکن جو معنے ہمنے دئیے ہین وہ بھی عربی لغت کی کتابو نمین موجود ہین۔ اس جگہ ہم صرف ایک کتاب پیش کرتے ہین یعنی لین صاحب کی عربی انگریزی ڈکشنری جس کی جلد ۵ صفحہ ۱۹۲۰ مین لکھا ہے کہ ظلم کے ابتدائی معنے بعض کے نزدیک النقص کے ہین یعنے کسی قسم کا نقصان یا حرج اٹھانا۔ اور پھر لکھا ہے کہ ظلمہ کے یہ معنے ہین کہ اس نے اسپر کوئی ایسا بوجھ ڈالا جو اس کی طاقت یا قابلیت سے بڑھ کر تھا۔ پادری مانرو اگر ان معانی کو مد نظر رکھکر ہمارے مضمون کو پڑھیگا تو اسے کوئی دقت ظلم کے معنے سمجھنے مین نہ آئیگی ان معنوںکو خیالی یا وہمی قرار دینا محض اس کی جہالت کے سبب سے ہی جو عربی زبان سے اسکو ہے۔

فارقلیط کے مضمون پر ہم نے جولائی سنہ ۱۹۰۲ء مین بحث کی تھی اور اس سارے مضمون کو یہان دوبارہ نقل کرنے کی ضرورت نہین۔ لفظ کے معنوں کے متعلق ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ یہ ایک عربی لفظ ہے جو دو اجزا یعنی فارق اور لیط سے مرکب ہے اور اسکے معنے بلحاظ ان اجزا کے عربی ترکیب کی رو سے باطل کو دور کرنیوالا یا حق و باطل مین امتیاز کرنیوالا ہین ہم نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ یونانی لفظ پیراکلیٹ لفظ فارقلیط سے ہی بگڑا ہوا ہے اور اس کی وجوہات صاف ہین کیونکہ جس شخص کے منہ سے یہ لفظ نکلا وہ عبرانی آدمی تھا۔ اور عبرانی بولی بولتا تھا۔ جو عربی سے بہت ملتی جلتی ہی

ان واقعات کو پادری مانرو چیالاکیان کہتا ہے اگر یہی سچ ہے تو پھر لغت کی سب کتابین مانرو کے نزدیک ایسی ہی ہونی چاہئین۔ فارقلیط اور پیراکلیٹ اس قدر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہین کہ اس امر کو مدنظر رکھ کر کہ ایک ہی شخص کیلئے یہ دونون لفظ دو مختلف زبانون مین بولے گئے ہین۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان مین سے ایک ضرور دوسرے سے بگڑا ہوا ہے اور جب اس امر کو بھی مدنظر رکھا جاوے کہ جس شخص نے یہ لفظ بولے وہ اور اس کے سامعین عبرانی بولنے اور سمجھنے والے تھے اور اس ملک مین یہی بولی عام طور پر بولی جاتی تھی۔ تو یقینی اور قطعی نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصل لفظ عبرانی یا عربی ہے اور یونانی لفظ اسی کا بگاڑ ہے فارق عبرانی زبان مین توڑنے یا کچل ڈالنے کو کہتے ہین اور لوط کے معنے پردہ و غلاف سحر وغیرہ ہین۔ اس کی سند کے لئے پادری مانرو جس عبرانی ڈکشنری کو چاہے دیکھ سکتا ہے لفظ لوط مختلف صورتون مین بائبل کے مفصلہ ذیل مقامون پر انہین معنون مین استعمال ہوا ہی جو اوپر بیان کئے گئے ہین۔ دیکھو خروج ۷/۲۲ و ۸/۳ و ۸/۱۴۔ یسعیاہ ۲۵/۷۔ ۱سموئیل ۱۸/۲۲ و ۲۱/۵۔ ہم کئی دفعہ پہلے ثابت کر چکے ہین کہ عربی زبان سے جہالت کے سبب پادری مانرو اکثر ایسی باتین منہ سے نکال دیتا ہے کہ اگر اسکو کچھ واقفیت ہو تو خود ہی شرمندہ ہو۔ فارقلیط خالص عربی لفظ ہے اور لسان العرب جلد ۱۲ صفحہ ۱۸۲ پر **فرق** کے مادہ کے نیچے اس لفظ کے متعلق یہ لکھا ہے وفی الحدیث فی صفتہ علیہ السلام ان اسمہ فی الکتب السالفتہ فارق لیطا ای یفرق بین الحق والباطل۔ اور ایسا ہی مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے۔ ان اسمہ فی الکتب السالفتہ فارق لیطا ای یفرق بین الحق والباطل۔ دونون عبارتون کا مآل ایک ہی ہے یعنی یہ کہ حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام پہلی کتابون مین فارق لیط آیا ہے یعنی وہ جو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے والا ہے دو باتین خصوصیت سے دیکھنے کے قابل ہین۔ اول یہ کہ ان ہر دو لغت کی کتابون مین لفظ فارق لیط کو مادہ فرق کے نیچے دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اور اس کا اشتقاق فرق سے ہے۔ کیونکہ مادون کے نیچے صرف وہی الفاظ دیئے جاتے ہین جو ان سے مشتق ہون۔ دوئم لفظ فارقلیط کو دونون جگہ فارق لیطا لکھا ہے اور اس طرح نہ صرف اسکے اجزا الگ الگ کر کے دکھا دئے گئے ہین بلکہ ترکیب بھی بتلا رہی ہے کہ یہ ایک خالص عربی ترکیب ہے جسکے لفظی معنے حق اور باطل مین امتیاز کرنیوالا ہین اور اسلئے یہ لفظ کسی اجنبی زبان کا لفظ نہین ہو سکتا۔ ایسا ہی جو پیشگوئی فارقلیط کے متعلق انجیل مین ہے اسکے الفاظ سے بھی یہی پایا جاتا ہو کہ فارقلیط کے معنے یہی ہونے چاہئیے جو عربی ترکیب

اسکے معنے ہین اس پر مفصل بحث پہلے گذر چکی ہی جسکا اعادہ ضروری نہین ہی اس طرح ایک زبان کے الفاظ کا دوسری زبان مین جاکر خلط ملط ہو جانا اور دوسری زبان کی شکل اختیار کر لینا کوئی عجیب بات نہین ہی - ایسا ہی اس صورت مین ہوا یعنی انجیل کے یونانی کاتبون نے لفظ فارقلیط کو جو پیشگوئی مین تھا یونانی لفظ پیراکلیٹ کے بالکل مشابہ پاکر اور یا تو اسکے ٹھیک ٹھیک معنے نہ سمجھ کر یا دونون الفاظ کے معنونکو قریب قریب خیال کرکے یونانی نسخہ مین لفظ پیراکلیٹ بجائے فارقلیط کے درج کر دیا لیکن ہم پادری مانزو سے یہ امید نہین رکھ سکتے کہ وہ ان تمام باتون پر غور کرکے اپنی کسی بیہودگی سے رجوع کریگا - ہان انصاف پسند ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ اس مباحثہ مین پادری مانزو نے کہانتک ایمانداری سے کام لیا ہے اور باوجود اسکے گالیون اور استہزا مین کہانتک نوبت پہونچا گئی ہی +

"نوٹ اور ریویو"

ہوس آف لارڈس کے ایک مسلمان ممبر کی وفات

یہ امر کہ مرحوم ہنری ایڈورڈ جان سٹینلی جو ایلڈرلی کا تیسرا بیرن سٹینلی کے نام کا تھا صدق دل اور خلوص سے اسلام پر ایمان رکھتا تھا بہت کم لوگونکو معلوم تھا - لیکن صفوۃ الاعتبار کے پڑھنے والون (اور جو شیخ محمد بیرم خامس ساکن ٹونس کا سیاحت نامہ ہے) یہ امر پوشیدہ نہین کہ لارڈ سٹینلی مدت سے سچا مسلمان تھا - لیکن اس کا ایمان صرف زبانی اقرار تک ہی نہ تھا بلکہ ان واقعات سے جنکا ذکر صفوۃ الاعتبار کے مصنف نے کیا ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی صداقت اسکے دل کے اندر رچی ہوئی تھی وہ نہ صرف پانچون وقت کی نماز کا ہی پابند تھا بلکہ تہجد کا بھی خاص طور سے التزام کرتا تھا اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہی کہ اسکی نمازون مین وہ گریہ وبکا اور سچا خضوع خشوع تھا جو بہت کم پیدائشی مسلمانون کی نمازون مین پایا جاتا ہے - اس کی گفتگو مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت اور ادب پایا جاتا تھا - مذہب اسلام سے بڑی وسیع واقفیت رکھتا تھا - یہ ۱۸۸۶ء کا ذکر ہے - یہ کب خیال ہو سکتا تھا کہ لنڈن جیسے شہر کی لاکھون انسان پرست مخلوق کے اندر ایک سچے اور زندہ خدا کا پرستار

بھی موجود ہے۔ لارڈ سٹینلی ۱۲۔ رمضان المبارک جمعہ کے دن (مطابق ۱۱۔ دسمبر ۱۹۰۳ء) فوت ہوئے ان کا اسلامی نام عبدالرحمن تھا۔ اخبار کریسنٹ نے ان کی تجہیز و تکفین کے واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے "۲۵ رمضان منگل کے دن (مطابق ۱۵ دسمبر) ان کی لاش ایلڈرلی پارک مین جہان ان کا آبائی گھر تھا ایک الگ جگہ مین دفن کیگئی۔ تجہیز و تکفین بالکل اسلامی طرز پر ہوئی کیونکہ اسی مقدس اور لاتبدیل مذہب مین وہ زندہ رہے اور اسی پر مرے۔ الحمدللہ۔ لاش ایک لکڑی کے سادہ صندوق مین رکھی گئی اور جو لوگ پارک مین کام کرتے تھے وہی محل سے اٹھا کر قبر تک لیگئے اسکے ساتھ ساتھ پیادہ پا ان کا وارث (لائیل سٹینلی) اس کی بیوی ان کے دو بیٹے اور دوسرے رشتہ دار تھے۔ اور متوفی کی خاص ہدایت کے مطابق حامد بے رومی سفارت کا چیف سکرٹری ماتم کرنیکے لئے موجود تھا۔ اور نماز جنازہ ترکی سفارت کے امام نے پڑہائی۔ لورپول مین بھی ان کا جنازہ شیخ عبداللہ کوئلم نے پڑہایا"۔ اخبار فری تھنکر جس نے ان واقعات کی تائید کی ہے لکھتا ہے کہ اس سے عیسائیونکو سخت صدمہ ہوا ہوگا خداتعالے متوفی کو بہشت نصیب کرے۔ اور عیسائیون کی آنکھین کھولے کہ اس آفتاب صداقت کی روشنی اُنکے دلون مین داخل ہو +

یسوع کے نام مین دعا اسی رسالہ مین دوسری جگہ ہم نے لکھا ہے کہ کس طرح پر عیسائی لوگ ایکطرف تو یہ دعویٰ کرتے ہین کہ ہماری دعائین یسوع کے واسطہ سے قبول ہوتی ہین اور ہمین جواب ملتے ہین اور پھر مقابلہ اور امتحان کے وقت گریز کرتے ہین۔ اسکا ثبوت ایپی فینی مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۴ء سے ملتا ہے جیسے رام پور سے سید ضیاءالحق نے ایک چٹھی اس اخبار کو لکھی ہے جس مین انہون نے اسکو اسکے اس دعوے کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس نے پہلی اشاعت مین کیا تھا کہ عیسائیون کی دعائین یسوع مسیح کے ذریعہ سے قبول ہوتی ہین اور انکے جواب ملتے ہین اور پھر فرقہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ مسیح موعود ہونیکا اور تمام دنیا سے زیادہ اپنی دعاؤنکے قبول ہونیکا دعوے کرتے ہین اور کہ اگر کوئی شخص دعا مین انکے ساتھ مقابلہ کرے تو یقیناً انکی دعا قبول اور انکے مخالف کی دعا مردود ہوگی اسکے بعد ڈاکٹر ڈوئی کا ذکر کیا ہے کہ اسکو انہون نے دعا مین مقابلہ کیواسطے بلایا تھا۔ مگر اس نے خاموشی اختیار کی اسکے بعد پھر یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اپنے قول کو پورا کرنیکے لئے کسی پادری کو چاہیئے کہ وہ مرزا صاحب کے بالمقابل آئے اور دعا مین انکا مقابلہ کرے لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین دعا کی قبولیت کا دعوے صرف عیسائیون کے دکھانیکے دانت ہین اور اگر کسی بات کا انکو یقین ہے تو وہ اس بات کا ہے کہ تجربہ اور عملی ثبوت انکے لئے مہلک ہین۔ چنانچہ مذکورہ بالا چٹھی کا جواب ایپی فینی

کے ایڈیٹر نے یہ دیا ہو کہ "چونکہ مرزا صاحب مسیح ہونیکا دعوے کرتے ہین ہم انکو چیلنج کرتے ہین کہ وہ اپنے دعوے کو تین طرح سے سچا ثابت کر کے دکھائین اول اپنے آپکو غیر فانی ثابت کر کے دوسرا اسلام اور عیسائیت کو جبراً اپنے تابع کر کے اور تیسرے آسمان سے آگ برسا کر اپنے سارے دشمنونکو ہمارے سمیت ہلاک کر کے اور ہم بھی دعا کرینگے کہ جب وہ خود فوت ہو جائین تو انکا فریب بھی ساتھ ہی ہلاک ہو جائے اور ہمارا نامہ نگار نتیجہ کا منتظر رہے"۔
اس قسم کے ثبوت انبیا سے ہمیشہ مانگے گئے ہین۔ خود یسوع کو بھی ایک عمدہ موقعہ پیش آیا تھا۔ کہ اگر وہ ہیکل کے منارہ سے گر کر ثابت کر دیتا کہ خدا کے فرشتے اسکے ساتھ ہین تو شیطان بھی اسکا مرید ہو جاتا اگر یسوع یہ چھوٹا سا کرتب دکھاتا اور اس طرح اپنی مسیحیت ثابت کر دیتا تو شیطان بھی مغلوب ہو جاتا اور شاید صلیب کی تکلیف سے بھی یسوع بچ جاتا۔ اب ایڈیٹر اپنی فینی کی درخواست کہ مرزا صاحب اپنے آپکو غیر فانی ثابت کر کے مسیحیت کا ثبوت دین اسی قسم کی درخواست ہے جیسے پہلے مسیح سے کیگئی اسکی علاوہ دو اور ثبوت مانگے گئے ہین یعنی عیسائیت اور اسلام کو مغلوب کرنا اور آسمان سے آگ برسا کر تمام مخالفین کو مع اکسفورڈ مشن کے ممبرونکے ہلاک کرنا۔ واعظین انجیل کو مناسب ہے کہ ساری بائیبل نہین تو کم از کم انجیلونکو ذرا زیادہ غور سے مطالعہ کیا کرین۔ کیا یہ یاد ہو کہ جب یسوع سے نشان مانگا گیا تو اس نے کیا جواب دیا۔ متی کہتا ہے کہ اس نے یہ جواب دیا تھا کہ "اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہین مگر انہین کوئی نشان نہین دیا جاویگا سوا یونس نبی کے نشان کے" متی ۱۲/۳۹۔ مرقس کہتا ہو کہ اس نے ایک سرد آہ کھینچی اور جواب دیا "اس زمانے کے لوگ کیون نشان طلب کرتے ہین انہین کوئی نشان نہین دیا جاویگا" مرقس ۸/۱۲۔ لوقا متی سے اتفاق کرتا ہو لیکن اسکی نسبت زیادہ شائستہ ہے کیونکہ وہ لوگونکو بدکار تو کہتا ہے لیکن حرامکار نہین کہتا۔ یوحنا کو معلوم نہین کہ کوئی ایسا واقعہ ہوا یا نہین۔ یہ ہمنے اسلئے بیان کیا ہو کہ تا معلوم ہو کہ اس پہلے مسیح کو جو آج خدا سمجھ کر پوجا جاتا ہو یہودیون کے ساتھ کیا کیا مشکلات پیش آئے تھے۔ لیکن مسیح موعود تو ہر طرح کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ اب اپنی فینی کا ایڈیٹر اُن سے غیر فانی ہونیکا ثبوت طلب کرتا ہے لیکن یہ محض بیہودگی ہو۔ خدا کے مرسل روحانی طور پر تو غیر فانی ہوتے ہین لیکن جن معنون مین وہ غیر فانی ہونیکا ثبوت طلب کرتا ہو ان معنون مین کوئی انسان غیر فانی نہین بلکہ اسکے اپنے اعتقاد کے روسے تو اسکا خدا بھی غیر فانی ثابت نہین ہوا۔ مذہبی مباحثات سے اُسی وقت کوئی فائدہ ہو سکتا ہو جب انصاف اور سچائی انمین مدنظر ہو۔ اگر پادری صاحبان اس طریق پر چلتے تو ایسی باتین انکے منہ سے نہ نکل سکتین۔ کیا یسوع نے وہ نشان دکھائے تھے جو یہودی اس سے

اسکے دعوے کے ثبوت مین طلب کرتے تھے؟ کیا اس نے یہودیونکے نزدیک اپنا غیر فانی ہونا ثابت کر دیا؟ کیا وہ صرف اکیلی قوم یہود کو اپنے مطیع کر سکا؟ کیا اس نے آگ برسا کر اپنے دشمنونکو ہلاک کر دیا؟ لیکن اگر باوجود مسیح ہونیکے بلکہ عیسائی اعتقاد کے موجب پورا پورا خدا ہونیکے ان کامون مین سے ایک بھی نہین کر سکا تو کیا عیسائیونکو یہ ثبوت مسیح موعود سے مانگتے ہوئے شرم نہین آتی +

لیکن اسکے باوجود بھی یہ دیکھنا چاہیئے کہ یسوع کے بالمقابل مسیح موعود کو کسقدر عظیم الشان کامیابی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ عیسائیت کی اصل عمارت تو مسیح کی قبر کے دریافت ہو جانیسے اور دوسرے زبردست دلائل سے جو زمانہ مین پیدا ہو گئے ہین گر چکی ہے۔ ابھی سے عیسائیونکو یہ فکر پڑی ہوئی ہے کہ پرانے عقیدون کی بجائے نئے عقیدے قائم کرنے چاہئے کیونکہ سب سے بڑا عقیدہ خون مسیح کا جس پر عیسائیت کا دارومدار تھا وہی سب سے بڑا جھوٹ ثابت ہو کر چھوڑا جا رہا ہے۔ باقی رہا اسلام سو مسیح موعود کا ظہور اسکو قائم کرنے کیلئے اور اس مین دوبارہ جان ڈالنے کے لئے ہے اور جیسا جیسا عیسائیت کے عقیدے مرتے جاتے ہین اسلامی عقائد مین جان پڑتی جاتی ہے مسیح موعود کی جماعت اسوقت قریب دو لاکھ کے ہے۔ کیا کوئی پادری صاحب بتا سکتے ہین کہ یسوع کے مرید اس کی زندگی مین کتنے تھے۔ وہ آسمانی آگ جس مین ایڈیٹر صاحب اپنی قینچی چلنے کے خواہشمند ہین آسمان سے برس رہی ہے اور ملک مین ایک قیامت کا نمونہ ہو رہا ہے۔ کیا طاعون کی تباہی کسی کی آنکھونسے چھپی ہوئی ہے اور کیا یہ سچ نہین کہ نبیون نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ طاعون مسیح موعود کے ظہور کی نشانی ہے اور خود حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب براہین احمدیہ مین کئی سال اس سے پیشتر جو طاعون کا نام و نشان کہین ہو یہ پیشگوئی کی تھی اس بات کے ثبوت مین کہ یہی وہ آگ ہے جو آسمان سے برس رہی ہے۔ ایڈیٹر صاحب کشتی نوح کو پڑھین +

یہ تو ایڈیٹر صاحب کی درخواستین تھین۔ مگر اب ہم اُنسے التجا کرتے ہین کہ جیسا سید ضیاء الحق نے نہین لکھا ہے اگر وہ اپنی دعا کی قبولیت کے دعوے پر جو اخبار مین چھپا یا تھا قائم ہین تو انکا فرض ہے کہ اسوقت بہانے بنا کر پیچھے نہ ہٹین اگر وہ یقیناً جانتے ہین کہ ان کی دعا قبول ہوگی اور انکے بالمقابل ایک السیر شخص کی دعا قبول نہین ہو سکتی جسکو وہ "مفتری" کے نام سے پکارتے ہین تو کوئی وجہ نہین کہ وہ سید ضیاء الحق صاحب کی درخواست کو ٹال دین۔ عیسائیت اور اسلام کے مذہبی اصولونکا جھگڑا انکے تھوڑا سا حوصلہ کرنیسے طے ہو سکتا ہے +

کلیسیا کے بڑے بڑے عہدے دارونکو کچھ کرنا چاہئے ولایت کا اخبار ٹیبلٹ ۲۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰ء کے
اخبار مین لکھتا ہے کہ کلیسیا کے بڑے بڑے عہدے دارونکو کچھ کرنا چاہئے چنانچہ ذیل مین ہم اس کی عبارت
کا ترجمہ دیتے ہین:۔ "مرزا غلام احمد صاحب نے انسکلوپیڈیا بِبلیکا (بائیبل کا دائرۃ المعارف) پڑھا ہی اور چونکہ
یہ مشہور و معروف کتاب انگریزی کلیسیا کے ایک عظیم الشان عہدے دار کی تصنیف ہو مرزا صاحب عیسائیت
کی تردید مین اسکا حوالہ دیتے ہین اور شائد ایسا کرنے مین وہ معذور ہین۔ ہندوستان کے اخبار ریویو آف
ریلیجنز مین یہ صاحب لکھتے ہین کہ سب سے زیادہ معتبر کتاب جس مین اعلے درجہ کے عیسائی محققین کے خیالات
کا اظہار ہے اور جسکے لکھنے والے ایسے اشخاص ہین جو عیسائی کہلاتے ہین انسکلوپیڈیا ببلیکا ہی جس کی دوسری
جلد مین لکھا ہے کہ تمام انجیلون مین یسوع کے متعلق صرف پانچ ایسے فقرے ہین جو قابل اعتبار ہین
پروفیسر شمیڈل جو زیوریچ کی یونیورسٹی مین اناجیل کی تفسیر کا پروفیسر ہے (کیونکہ یہ عظیم الشان عہدے دار اس
مضمون کے لکھنے والا ہے) آگے لکھتا ہے کہ یہ فقرات جو یسوع کی علمی زندگی کے بنیادی پتھر کہے جا سکتے
ہین قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت کرتے ہین کہ یسوع کی زندگی مین ہم ایک خالص انسان دیکھتے ہین اور
الوہیت کا اگر کوئی شائبہ اس مین ہی تو صرف اسیقدر ہے جیسا اور انسانون مین ہو سکتا ہی ہم امید کرتے
ہین کہ پادری صاحبان ان صداقتون کا صاف اقرار کرینگے اور یسوع کی الوہیت کے فاسد عقیدے پر
آیندہ کے لئے لعنت بھیجین گے" اخبار گارڈین کا ایک نامہ نگار مرزا صاحب کے اس فقرہ پر بحث کرتا
ہوا لکھتا ہے کہ "یہ تو کوئی تعجب کی بات نہین ہو کہ ایک مسلمان قرآن شریف کی وحی اور صداقت کے لئے اس سے
بڑھکر دعوے کرے جو عیسائی بائیبل کی نسبت کر رہے ہین لیکن یہ امر کہ وہ اس بات کی تائید پر ایک
ایسی کتاب سے پیش کرے جسکا بہت حصہ انگریزی کلیسیا کے ایک عہدہ دار اور پادری اور اکسفورڈ
جیسی یونیورسٹی کے پروفیسر کا لکھا ہوا اور مرتب کیا ہوا ہو ہمارے لئے ایک ایسی شرم کی بات ہی کہ اسکا
نشانہ ہمین نہین ہونا چاہئے۔ اپنی پرائیویٹ حیثیت مین پروفیسر کین کو اختیار ہو جس طرح چاہے رائے
لگادے اور جو چاہے لکھے لیکن جب وہ اپنی پبلک حیثیت اور اثر کو ایسے عقیدونکو پھیلانے مین استعمال
کرتا ہی جو عیسائیت کے بنیادی اصولون کو خاک مین ملا رہے ہین تو وہ اس سارے کلیسیا کو جسکا وہ ممبر
ہو اپنے ساتھ ملزم کرتا ہی اور اس مذہب پر ایک مہلک حملہ کرتا ہی جسکو کلیسیا پھیلانیکی کوشش کر رہی ہی"
اسی مضمون پر ایک اپیل اعتراض کیصورت مین اکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیونکے چانسلرون کیخدمت

مین پیش کی گئی ہی۔ لیکن جو نامہ نگار اخبار گارڈین کو لکھتا ہی اس کی رائے ہے کہ کلیسیا کے لاٹ پادریونکو بھی اس معاملہ مین کچھ کرنا چاہیئے وہ انکو وہ حلفی اقرارنامہ یاد دلاتا ہی جسپر سب چھوٹے اور بڑے پادری ہان کر چکے ہین کہ "کیا تم پوری دیانتداری اور ہوشیاری کے ساتھ تمام غلط اور نئے اصولونکو جو خدا کے کلام کے خلاف ہین۔ دور کرنے اور رد کرنے کے لئے تیار رہوگے"۔ اور پھر کہتا ہے کہ "ہمارے خداوند کی الوہیت کا انکار کوئی نیا اور عجیب عقیدہ تو نہین لیکن کم سے کم ہمارا یہ ایمان ہی کہ غلط اور خدا کے کلام کے خلاف ہے"۔ لیکن اگر کلیسیا کے عہدے دار ہر ایک جھوٹے عقیدے کو بُرا کہنے لگین اور رد کرنے لگین تو انگریزی کلیسیا کی وسعت کہان جائے گی"۔

مگر ہم کہتے ہین کہ کلیسیا کے عہدے دار اس کتاب کو ہاتھ مین لیکر کیا کر سکتے ہین جس کو کلام الہی ماننا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔ ہان ہم بھی ان اپیلونکے نتائج کے منتظر ضرور رہین +

متعلمین بائیبل کا اتحاد اور اعلے تنقید۔

اس عنوان کے نیچے ریکارڈ اور راک ولایت کے دو اخبارون نے ۳۰۔ اکتوبر کو کورف صاحب کی ایک چھٹی چھاپی ہے یہ وہی صاحب ہین۔ جنہون نے اکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیونکے چانسلرون کے پاس ایک اپیل بھیجی تھی کہ اعلے تنقید کے نتائج عیسائی عمارت کو گرانے والے ہین وہ لکھتا ہے:۔

جناب من! ممالک غیر مین انجیل کی اشاعت کنندہ مجلس نے اپنے سہ ماہی رسالے مین ایک مضمون بعنوان "اعلے تنقید مشنری کام کو مدد دینے والی ہے" درج کرکے گویا ایک چیلنج دیا ہے اور یہ بھی ایسے وقت مین جبکہ ہندوستان سے یہ خطرناک اطلاع پہونچی ہے کہ اعلے تنقید کے اصولون پر اس جگہ اب کھلے طور پر بائیبل کو قرآن شریف کی طرح مانا جاتا ہے۔ چرچ مشنری سوسائٹی کے ہائی سکول کا پرنسپل کرشن نگر (بنگال) سے اخبار ریکارڈ کو لکھتا ہے کہ پنجاب کا ریویو آف ریلیجنز سب سے نئی اور اعلے درجہ کی تنقید کی بنا پر کہتا ہے کہ بائیبل کی وہی قدر وقیمت ہے جو قرآن شریف اسے دیتا ہے اور اس طرح پر مشنریونکو رد کے دیتا ہے۔ کہ وہ بائیبل کی تعلیم کو خیرباد کہین جو اس طرح پر باطل ثابت ہو چکی ہی۔ اور وہ اس امر کو تسلیم کرلین کہ یسوع کی برائے نام الوہیت دوسرے انسانون سے کچھ بھی زیادہ نہین اُس طرح پر جدید تنقید کی زبردست رَو کے سامنے بائیبل ایک تنکے کی طرح بہ گئی ہے"۔ اور یہی اس کی قسمت مین تھا۔ دنیا بھر مین عیسائیت کی یہ شرمناک اور انجام بد کی دھمکی دینے والی حالت اس فوری اپیل کا

موجب ہوئی - جو اس ملک مین کیمبرج اور اکسفورڈ کی یونیورسٹیونکے چانسلرونکے پاس کی گئی - لہذا ان اسباب کی موجودگی مین مجلس اشاعت انجیل کی یہ تحدّی اگر اسکا فوری جواب نہ دیا گیا تمام ممالک غیر کے مشنری کام کو متزلزل کئے بغیر نہ رہے گی اسلئے اسکا جواب ضرور ہونا چاہئیے - پھر انجمن ترقی تعلیم عیسویتؐ نے حال مین ایک کتاب شائع کی ہے جس مین مندرجہ ذیل فقرات درج ہین " میری رائے مین تمام تاریخ عالم مین بدھ کی شخصیت یقیناً مسیح سے دوسرے درجہ پر ہے اگرچہ کہنے مین ہم اسکو موسےؑ سے افضل قرار دیتے ہین - اس طرح پر مندرجہ بالا الفاظ مین (جو اسقف اعظم ولسن نے لکھے ہین - اور بعنوان ایس - پی - سی کے طبع ہوئے ہین) ابراہیمؑ - الیاسؑ - داؤدؑ - یسعیاؑ - انجیل نویسون اور حواریون کنواری مریم اور پولوس رسول کا درجہ بدھ سے کم تر درجہ پر قرار دیا گیا ہے " مزید برآن برسٹل چرچ کانگرس مین ایک بشپ نے جسکو کینن ڈرایور اور کینن کی طرح سالہا سالہائے دراز تک ایک اعلے درجہ کا انگریز محقق ہونیکا فخر حاصل رہا ہے - انہین قیاسات کا اعادہ کیا ہے جن کی بنا پر بائبل کیصورت وصداقت کا انکار ہندوستان آسٹریلیا اور دیگر حصص دنیا مین ہیتی ہے ایسی تمام تحدیونکے جوابات خواہ وہ کسی کیطرف سے دئے گئے ہون پہلے سے موجود ہین کیونکہ گذشتہ چند سال کے اندر ایک کافی ذخیرہ ایسی کتابون کا موجود ہوگیا ہے جو انگلستان اور جرمن کے پروفیسرون کی ماہرانہ تصنیفات ہین نیز ان لوگون کی تصنیفات ہین جو بائبل کی جدید تنقید کے ہر شعبہ سے ماہر ہین - ان کتابون مین منقولی طور پر اعلے درجہ کے محققون کی نکتہ چینیون کی تردید کی گئی ہے اور اس طرح پر پاک نوشتون کی صداقتون کو مکرر قائم کیا ہے - مجلس متعلمین بائبل حال ہی مین انگلستان اور سکاٹلینڈ مین قائم کی گئی ہے - جسکا خصوصیت کے ساتھ یہ مدعا ہے کہ وہ اس ملک اور غیر ممالک مین بائبل پر حملون کی مدافعت کے علم کی اشاعت کرے اور اس طرح پر ہر شخص کی وسعت کے موافق بائبل کی معقول حفاظت کے اوزار اور مصالح کو بہم پہونچائے - اگر اس ملک کو عیسائی رکھنا ہے تو بائبل کی کامل مدافعت یا حفاظت اس ملک کی قومی زندگی کا ایک ضروری جزو ہو گیا ہے اور ان زبردست کوششونکو جو بچونکو مدرسون مین اور بائبل کی جماعتون مین اعلے تنقید کے اصول سکھا کر انکو ان اصولونپر قائم کرنیکے لئے کی جاتی ہین ملحوظ رکھکر یہ اور بھی زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے بالآخر سب سے آخری تدبیر جو ان برباد کن محققون نے پارہ پارہ شدہ بائبل کے معاوضہ مین پیش کی ہے یہ ہے " مسیح بذات خود اور اس کی تعلیم " ہے - اور یہ دونون کینوسس سکول اور انسکلوپیڈیا بیلیکا کی متحد کوششونسے برباد ہو گئی ہین کیونکہ انہون نے مسیح کو ایک ایسا معلم قرار دیا ہے جس سے صدور خطا ہوتا رہا -

اور اسکو ایک معمولی انسان کے درجہ پر تنزل کیا ہے۔ اس طرح کچھ بھی باقی نہین رہا۔ ہان بجز اس گرد و غبار کے جو کونے کے پتھر کے گر کر چور چور ہونے سے پیدا ہو کچھ بھی نہین رہا۔ ہان ٹھیک اسی طرح جیسے پہلے کہا گیا تھا مجلس متعلمین بائبل مین چند مشہور علما عصر بھی شریک ہین "

اس اقتباس کو پڑھکر جو ریکارڈ جیسے مشہور اخبار سے کیا گیا ہے اور جو ایک زبردست عیسائی کی قلم سے نکلا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ عیسائیونکو عیسائی رکھنے کے لئے نہین بلکہ پیچ گویا کم از کم انگلستان کو عیسائی رکھنے کے واسطے بہت بڑی کوششون کی ضرورت خود عیسائیونکو محسوس ہوئی ہے۔ مگر ہم کہے دیتے ہین جیسا کہ اس اقتباس کے آخری فقرے بتا رہے ہین کہ اب ایوان عیسویت کی بنیادین ہل چکی ہین۔ اور تزلزل در ایوان عیسے فتاد کا مضمون صادق آرہا ہے۔ یورپ ہی عیسائیت کی موت کو مشاہدہ کر چکا ہے۔ اور اب جنازہ مسیحیت پر نوحہ خوانی کر رہا ہے لیکن ہندوستان مین ہمارے مخالف نہین نہین حق و حکمت کے مخالف۔ صداقت و راستی کے دشمن چیخ رہے ہین کہ مسیح موعودؑ نے آکر کیا کیا نادانو! آنکھین کھولو۔ اور یورپ و امریکہ کے اخبارات کو پڑھو۔ اور دیکھو کہ عیسویت کا جنازہ کس طرح اٹھ رہا ہے۔ عیسائیونکے اپنے گھر مین محض مسیح موعود کے انفاس قدسیہ کے طفیل آزاد خیال لوگ پیدا ہو رہے ہین جو عیسویت کے خیالی ڈھکوسلونکو مان نہین سکتے۔ اور عیسائیون کے ملک اور عیسائیونکے گھرون مین رہکر اب وہ پکار اٹھے ہین کہ مسیح معمولی انسان سے بڑھکر کوئی حیثیت نہین رکھتا۔ یہ نور اور توحید کا ظہور محض ایک پاک وجود کے ذریعہ اس وقت ہو چکا ہے جو مسیح موعودؑ کے نام سے آیا ہے جسکی پاک شعاعونکو ریویو آف ریلیجنز مغربی دنیا مین پہنچا رہا ہے اور وہ وقت آتا ہے کہ مغربی قومین بڑی نیازمندی کے ساتھ اسلام کیطرف رجوع کرین اور آفتاب مغرب سے طلوع ہو ۔

اعلان

(۱) بہت عرصہ سے توجہ دلائی جارہی ہے کہ جن خریداران کے ذمہ سنوات گذشتہ کا کچھ چندہ باقی ہے وہ سن روان کی پیشگی زرچندہ کے ساتھ بقایا ذمگی ادا کرکے بیباقی حساب کرین لیکن بجز معدودے چند احباب کے باقی خریداران کیجانب سے اس تاکیدی عرضداشت پر بہت ہی کم توجہ کی گئی ہے۔ لہذا ایسے جملہ خریداران کو ایک دفعہ پھر یاددہانی کا موقعہ دیا جاتا ہے کہ یا تو وہ براہ مہربانی جلدی بیباقی حساب کرین ورنہ کم از کم اطلاع بخشین کہ کب تک ان کی جانب سے رقم ادا ہوگی یا کس ماہ مین انکے نام وی پی بھیجا جاوے۔ بصورت عدم ترسیل رقم واجب الوصول یا عدم اطلاع کے اگلا پرچہ وی پی ارسال ہوگا۔ (۲) باوجود متواتر توجہ دلانے کے اکثر خریداران خط کتابت کرتے وقت اپنا نمبر خریداری نہین لکھتے۔ تعداد خریداری دو ہزار سے بڑھ گئی ہے اور بفضلہ تعالے روز بروز روبہ ترقی ہے۔ بدون پتہ نمبر کے تلاش نام مین علاوہ حرج کام کے بڑی مشکل و دقت پیش آتی ہے۔ لہذا اب نمبر خریداری نہ لکھنے کی صورت مین شکائیت عدم تعمیل بیجا تصور ہوگی۔

(۳) میگزین فنڈ کا جملہ روپیہ خواہ خیراتی ہو یا امدادی یا مد خریداری کا ہو یا متفرق۔ بنام منیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان آنا چاہئیے۔ اور روپیہ بھیجتے وقت اس امر کی تفصیل ہونی چاہئیے کہ ان متذکرہ بالا امدات مین سے کس مد کا یہ روپیہ ہے اور کس کس سال کی بابت اور کس کس صاحب کی جانب سے ہے۔ عدم تفصیل کیحالت مین اندراج رجسٹر نامکمل رہتا ہے جس سے مغالطہ حساب کا اندیشہ ہے۔

(۴) سالہائے گذشتہ کے ختم شدہ پرچجات جو دوبارہ زیر طبع تھے ان مین سے چند نمبرون کی تکمیل چھپائی مین چندیوم کا توقف ہے۔ مکمل چھپ چکنے پر جن خریدارونکو جو نمبر پہلے نہین ملے۔ وہ انکی یاددہانی کے بغیر خود بخود ان کی خدمت مین ارسال ہونگے ہان جدید خریدار جلدی درخواستین بھیجین ورنہ بصورت توقف پھر دوسری ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا +

(۵) انڈکس یعنی فہرست مضامین پرچہ جات میگزین سال سنہ ۱۹۰۳ء اب تیار ہوکر چھپوائی جاویگی اور پرچہ ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کے ساتھ جملہ خریداران کیخدمت مین ارسال ہوگی۔ بہتر ہے کہ خریداران اس فہرست کے پہونچنے پر سال سنہ ۱۹۰۳ء کے پرچہ جات کی جلد بندی کرادین۔ **منیجر**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

"ضروری استدعا"

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پٹینٹ یا غیر پٹینٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اور اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہ ہونے کے باعث انہیں کسی اور شہر سے ادویات منگوانی پڑیں وہ بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانٹیر میڈیکل ہوس پشاور بازار قصہ خوانی سے منگوائیں یہ دوکان میرے متعلق ہے انہیں کوئی نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے +

المشتہر خواجہ کمال الدین وکیل پشاور

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضلدین صاحب طبع ہوا۔